1913ء سے جاری شدہ

صرف احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

047-6213029 ☎
FR-10
Web: http://www.alfazl.org
Email: editor@alfazl.org

قائداعظم کا فرمان

اگر ہم اس عظیم مملکت پاکستان کوخوش اور خوشحال بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی پوری توجہ لوگوں اور بالخصوص غریب طبقے کی فلاح و بہبود پر مرکوز کرنی پڑے گی۔ ہر شخص خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کا رنگ، نسل، مذہب کچھ ہی ہو۔ اول وآخر اس مملکت کا شہری ہے۔ اس کے حقوق مراعات اور ذمہ داریاں مساوی اور یکساں ہیں۔ (خطبہ صدارت دستور ساز اسمبلی پاکستان 11/اگست 1947ء)
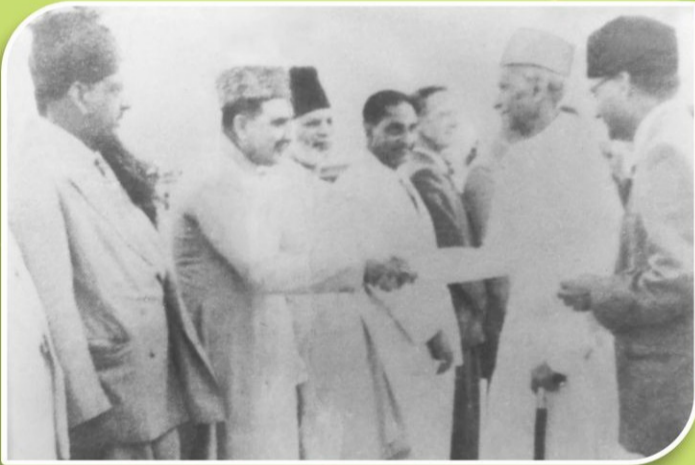
حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب قائداعظم کے ساتھ ماڑی پور کراچی ایئرپورٹ پر
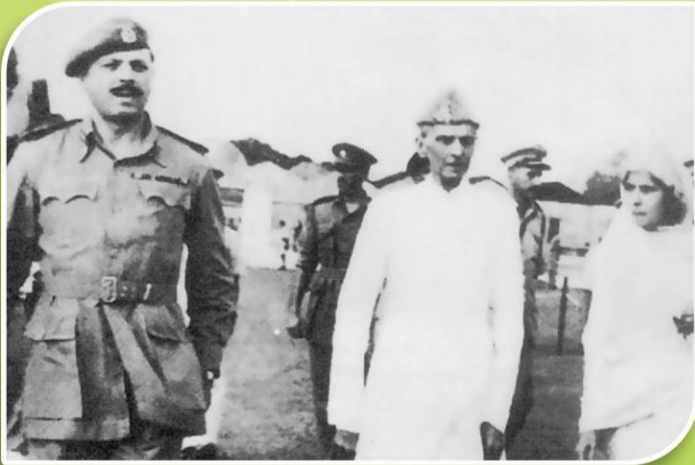
بانی پاکستان قائداعظم (درمیان میں) تصویر میں دائیں محترمہ فاطمہ جناح۔ بائیں جنرل ایوب خان

قائداعظم محمد علی جناح اور حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب کی ایک یادگار تصویر

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ .... مطبع: ضیاء الاسلام پریس .... مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ .... قیمت 20 روپے

علمی وادبی، سائنسی، طبی، سیاسی اور معاشی خدمات بجالانے والے مشہور عالم پاکستانی احمدی

ڈاکٹر محمد عبدالسلام
نوبیل پرائز یافتہ سائنسدان

حضرت شیخ محمد احمد مظہر
ماہر لسانیات۔ وکیل

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد
ماہر معاشیات

قاضی محمد اسلم
ماہر تعلیم

ثاقب زیروی
شاعر۔ ادیب

شیخ عبدالقادر
محقق عیسائیت

عباداللہ گیانی
ماہر سکھ ازم۔ محقق

چوہدری محمد علی
ماہر تعلیم۔ شاعر

شیخ روشن دین تنویر
شاعر ادیب

مولانا دوست محمد شاہد
مورخ، محقق، مناظر

عبیداللہ علیم
شاعر۔ ٹی وی پروڈیوسر

شیخ محمد اسماعیل پانی پتی
مصنف۔ محقق

ڈاکٹر محمد مسعود الحسن نوری
ماہر امراض قلب

ڈاکٹر افتخار ایاز صاحب کو
ملکہ الزبتھ سر کے اعزاز سے نواز رہی ہیں

راجہ غالب احمد
ماہر تعلیم۔ شاعر۔ ادیب

ڈاکٹر نصیر احمد خان
ماہر تعلیم۔ شاعر

ڈاکٹر مہدی علی
ماہر امراض قلب

عبدالکریم قدسی
شاعر۔ پنجابی کے رتن

پروفیسر محمد شریف خان
زوالوجسٹ

آفتاب احمد خان
سفیر پاکستان

قمر اجنالوی
ادیب۔ ناول نگار

صابر ظفر
شاعر

خواجہ غلام نبی گلکار
آزاد کشمیر کے پہلے صدر

ڈاکٹر پرویز پروازی
شاعر۔ ادیب

لارڈ طارق احمد

از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ہم اپنے ملک سے وفا اور محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔ ہمیں کسی حکومت کی خواہش نہیں

جماعت احمدیہ ہر آفت کے موقع پر اہل وطن کی خدمت کے لئے پیش پیش ہوتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 8/اکتوبر 2010ء میں فرمایا:

''بے شک اس وقت ہم یعنی احمدی پاکستان کے مظلوم ترین شہری ہیں جن کے ہر قسم کے حقوق غصب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سیاست اور حکومت سے تو ہمارا کوئی لینا دینا نہیں، کوئی واسطہ نہیں۔ یہ تو ان دنیا داروں کی کم عقلی ہے اور وہم ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کیونکہ ایک منظّم تنظیم ہے اس لئے شاید حکومت پر ایک وقت میں قبضہ کرنا چاہے گی۔ ہمیں نہ تو پاکستان کے حکومتی معاملات سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی دنیا کی کسی بھی ملک کی حکومت سے۔ ہاں کسی ملک کا شہری ہونے کی حیثیت سے ہم ملک سے وفا اور محبت کا تعلق بھی رکھتے ہیں۔ اور ہر ملک کے احمدی کو اپنے ملک کو دنیا کے ملکوں میں نمایاں طور پر دیکھنے کی خواہش بھی ہے۔ اور اس کے لئے وہ کوشش بھی کرتا ہے اور دعا بھی کرتا ہے اور کرنی چاہئے۔ اور ایک احمدی اپنی ذاتی حیثیت سے کسی بھی ملک کی سیاست میں یا کسی سیاسی پارٹی کے ساتھ جُڑ کر سیاست میں حصہ بھی لیتا ہے۔ دنیا کے کئی ملک ہیں جہاں احمدی اگر حکومتی پارٹی میں شامل ہو کر ملک کی بہتری کے لئے کردار ادا کر رہے ہیں تو غیر حکومتی یا حزبِ مخالف پارٹی جو ہے اس میں بھی شامل ہو کر ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ پس ہر احمدی کی ملک کے شہری کی حیثیت سے تو ملک کے سیاسی معاملات میں دلچسپی ہے، ہو سکتی ہے اور ہونی چاہئے۔ لیکن جماعت احمدیہ کو بحیثیت جماعت یا خلافتِ احمدیہ کو کسی حکومت، کسی ملک کی حکومت پر قبضہ کرنے میں نہ کوئی دلچسپی ہے اور نہ یہ ہمارا مقصد ہے۔ کیونکہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے جو راہ دکھلائی ہے وہ مادی ملکوں کے حاصل کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ روحانی بادشاہت کے حصول کے لئے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا تاج ہے جس کا حصول ہمارا مقصود ہے۔ ہاں جب بھی کسی بھی حکومتِ وقت کو ملک کی تعمیر و ترقی اور بقاء کے لئے مشوروں کی اور قربانیوں کی ضرورت ہوئی تو جماعت احمدیہ نے حصہ لیا اور حصہ لیتی ہے۔ پس ہم احمدی تو وہ ہیں جو پاکستان میں انفرادی طور پر بھی اور من حیث الجماعت بھی تمام قسم کے ظلم سہنے کے باوجود اپنے ہم وطنوں اور اپنے ملک کو پریشانی اور مشکل کی حالت میں دیکھتے ہیں تو بے چین ہو جاتے ہیں۔ ہماری بے چینی حکومتوں کے لئے نہیں، ہماری بے چینی ملک کی بقا کے لئے ہے۔ ہماری بے چینی ملک کے عوام کے لئے ہے۔ اور ہم یہ کوشش کرتے ہیں بلکہ جہاں تک وسائل اجازت دیتے ہیں دنیا میں پھر کر بھی ملک کو کسی بھی قسم کی مشکل سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ عمل ہماری اس تعلیم کی وجہ سے ہیں جو ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہے۔ یہ عمل ہمارے اس اُسوہ پر چلنے کی کوشش کی وجہ سے ہیں جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے پیش فرمایا۔ اور جس کی خدا تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی کہ یہی وہ میرا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے اُسوہ پر چلنا خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے فرض قرار دے دیا ہے۔ اور جو اُسوہ اس محسنِ انسانیت اور رحمۃ للعالمین نے پیش کیا وہ یہ ہے کہ اپنے دکھوں کو بھول کر انسانیت کی خدمت کرو۔ کسی اجر کے لئے نہیں بلکہ احسان کے جذبات کے تحت، پیار کے جذبات کے تحت، اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی کے جذبات کے تحت کہ تمہارے ہم وطن بھی تمہارے قرابت دار ہیں۔ دکھ تو اگر غیروں کو بھی پہنچے تو جو نیک فطرت لوگ ہیں ان کو تکلیف ہوتی ہے، بے چین ہو جاتے ہیں۔ تو یہ تو ہمارے اپنے ہیں اور جو ہمارے اپنوں کو دکھ اور مصیبت اور تکلیف پہنچے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں بے چین نہ کرے۔ پس ہمیں علوّ اور فساد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم تو عاجزی اور پیار اور محبت کو پھیلانے والے ہیں۔ ہم تو اس نبی کے ماننے والے ہیں جو دنیا کو خدا سے دور دیکھ کر بے چین ہو جاتا تھا کہ یہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے سزاوار نہ ٹھہر جائیں۔ جو اپنی راتیں اس غم میں ہلکان کرتا تھا کہ لوگ خدا کو بھول کر تباہی کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ جس کے اس درد کو دیکھ کر خدا تعالیٰ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا کہ (۔) (الشعراء:4) شاید تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال لے گا کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ پس ہمیں اپنے آقا و مولیٰ کی اُمّت سے منسوب ہونے والوں سے ہمدردی ہے۔ اس بات کا درد ہے............

جہاں تک آفات میں جماعت احمدیہ کا اہلِ وطن کی خدمت کا سوال ہے، جیسا کہ مَیں نے کہا: ہم ہر طرح مدد کرتے ہیں، ان حالیہ سیلابوں کی تباہ کاریوں میں بھی جماعت احمدیہ نے مختلف ممالک میں پاکستانی سفارتکاروں کے ذریعہ سے انفرادی بھی اور جماعتی طور پر بھی رقمیں اکٹھی کر کے بھیجی ہیں۔ ملک کے اندر بھی، پاکستان میں بھی مخیّر حضرات نے، احبابِ جماعت نے رقم کے ذریعہ بھی، سامان کے ذریعے بھی مدد کی ہے۔ اور ہمارے volunteers نے بھی لوگوں کو نکالنے میں، محفوظ مقامات پر پہنچانے میں، خوراک مہیا کرنے میں کام کیا ہے۔ بلکہ ایک موقع پر ہماری ٹیموں کا ایدھی صاحب جو وہاں کا بہت بڑا ٹرسٹ چلاتے ہیں، ان سے سامنا ہو گیا۔ ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ قادیانی مدد کے لئے سب سے پہلے پہنچتے ہیں۔

اگر ہماری ٹیموں نے احمدیوں کو سیلاب میں گھرے ہوئے علاقوں سے نکالا ہے تو غیر از جماعت کی بھی بلا تفریق مذہب، عقیدہ، فرقہ خدمت کی ہے۔ پھر Humanity First کے ذریعے سے بھی خدمت کی ہے اور ہو رہی ہے۔ اور اب Humanity First نے ان سیلاب زدہ علاقوں کے لئے ایک ملین ڈالر مزید امداد کے لئے ارادہ کیا ہے۔ وہاں بحالی کے جو کام ہیں اس میں مدد دے گی۔ اور بلاتخصیص مذہب ہم یہ خدمت کر رہے ہیں اور کرتے رہے ہیں۔ اور پھر ہم یہ بھی نہیں بتاتے کہ ہم احمدی ہیں۔ خاموشی سے خدمت کر رہے ہیں اس لئے کہ کہیں کوئی فتنہ پرداز فتنہ نہ کھڑا کر دے اور اس فتنہ کی وجہ سے غریبوں کو مدد لینے سے محروم کر دے۔''

(الفضل 23 نومبر 2010ء)

وہ کیفیت

میں اب سمجھا ہوں وہ کیفیت کیا ہوتی ہے جب دل کو

ہر دُور اُفتادہ اویس پہ لختِ جگر سے بڑھ کر پیار آئے

ان مجبوروں کا حال بھلا کیا جانیں تن آسان وطن

اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یاران وطن

(کلام طاہر)

مکرم جمیل احمد بٹ صاحب

قیام پاکستان میں جماعت احمدیہ کا روشن کردار

بڑی بڑی خدمات کے 25 واقعات تاریخی ترتیب سے

جماعت احمدیہ کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ یہ وہ واحد مذہبی جماعت ہے جو ابتداء ہی سے برصغیر کے مسلمانوں کے حقوق کی بحالی کے لئے کوشاں رہی۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے انتباہ اور آپ کے خلیفہ اول کے دور میں مسلم لیگ کی حمایت کے بعد تحریک آزادی کے آغاز سے تحریک پاکستان کی عملی جدو جہد کے ہر اہم مرحلہ پر آپ کے دوسرے خلیفہ اور مصلح موعود حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی قیادت میں جماعت نے مسلمانوں کے بہترین مفاد میں عوام وخواص کی صحیح سمت میں راہنمائی اور درپیش مسائل کے حل کے لئے بیش قیمت عملی مدد کی۔

قیام پاکستان میں جماعت احمدیہ کی بڑی خدمات کے 25 واقعات تاریخی ترتیب سے ذیل میں درج کئے گئے ہیں۔جن کے مطالعہ سے تاریخ پر نظر رکھنے والا ہر قاری اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ ان میں مذکور بعض پیش آمدہ روکیں اور مسائل اتنے بڑے اور بنیادی اہمیت کے حامل تھے کہ اگر حضرت امام جماعت احمدیہ کی مقبول دعاؤں، خداداد اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں، حیرت انگیز ذہانت اور عدیم المثال فہم رسا کے ہاتھوں یہ حل نہ ہوئے ہوتے تو جس شکل میں اور جس وقت پاکستان کا قیام ہوا وہ ٹل بھی سکتا تھا۔

1۔سرسیّد احمد خان کی تعریف

برصغیر کے مسلمانوں کے سیاسی مفادات کی حفاظت کے لئے 30 دسمبر 1893ء کو علی گڑھ میں سرسید احمد خان صاحب کی زیر قیادت ایک تنظیم محمڈن اینگلو اورینٹل ڈیفنس ایسوسی ایشن کے قیام کو اکثر جدوجہد آزادی کا آغاز شمار کیا جاتا ہے۔مسلمانوں کے حق میں سرسید احمد خان کی اعلیٰ خدمات کے باوجود انہیں اس زمانہ میں اکثر نامی گرامی علماء کی طرف سے کافر و مرتد اور واجب القتل قرار دیئے جانے کے فتوے دیئے گئے۔مولانا الطاف حسین حالی نے حیات جاوید حصہ دوم میں ایسے بہت سے فتاویٰ نقل کئے ہیں۔

ان سب کے برعکس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے 1898ء میں تالیف کردہ اپنی ایک کتاب میں سرسید احمد خان صاحب کو 'بہادر'، 'زیرک' اور 'بزرگ پولیٹیکل مصالح شناس' جیسے خوبصورت القابات سے یاد فرمایا۔

2۔ احمدیوں کی مسلم لیگ میں شمولیت

30 دسمبر 1906ء کو ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد پڑی اور یکم دسمبر 1907ء کو لاہور میں اس کی پنجاب شاخ کا قیام ہوا جس کے ابتدائی ممبران میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مرید مولوی محمد علی صاحب ایم اے جو اس وقت جماعت کے انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان کے ایڈیٹر تھے اور تین گہرے عقیدت مند سر محمد شفیع صاحب، چوہدری شہاب الدین صاحب اور مولوی احمد دین بی اے وکیل بھی شامل تھے۔

(پیسہ اخبار 23 دسمبر 1907ء بحوالہ بحوالہ تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کا کردار از مولانا دوست محمد شاہد صفحہ 13)

3۔دوقومی نظریہ کی تائید

جب برصغیر کے بیشتر مسلم رہنما ہندوؤں کے ساتھ متحدہ قومیت کے حامی تھے۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے دوقومی نظریہ کی تائید فرمائی۔اپنی زندگی کے آخری جلسہ سالانہ میں اپنے خطاب میں آپ نے فرمایا:

''مسلمانوں کو چاہئے کہ ہندوؤں سے بالکل جوڑ نہ رکھیں۔اگر انگریز آج یہاں سے نکل جاویں تو یہ ہندو مسلمانوں کی بوٹی بوٹی کردیں۔''

(تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1907ء)

اسی طرح آپ نے اپنی آخری تحریر میں دوقومی نظریہ کی بنیاد پر مسلم لیگ کے قیام کی تائید کرتے ہوئے رقم فرمایا:

''یہ بات ہر یک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ (-) اس بات سے کیوں ڈرتے ہیں کہ اپنے جائز حقوق کے مطالبات میں ہندوؤں کے ساتھ شامل ہو جائیں اور کیوں آج تک ان کی کانگریس کی شمولیت سے انکار کرتے رہے ہیں اور کیوں آخر کار...... الگ ہو کر اور ان کے مقابل پر ایک مسلم انجمن قائم کر دی مگر ان کی شرکت کو قبول نہ کیا۔صاحبو! اس کا باعث دراصل مذہب ہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔''

4۔احمدی پریس کی مسلم لیگ کی ابتدائی مدد

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے وقت میں دہلی سے حضرت میر قاسم علی صاحب کی زیر ادارت نکلنے والے جماعتی آرگن 'الحق' نے مسلم لیگ کی تائید و حمایت میں پرزور اور شاندار اداریئے اور نوٹ شائع کئے۔

قادیان سے نکلنے والے احمدی اخبار بدر میں بھی مسلم لیگ کے حق میں آواز بلند کی گئی۔ 15/ اکتوبر 1911ء کے اخبار میں قائداعظم کے اس بل کا ترجمہ شائع کیا جو انہوں نے وائسرائے کی کونسل میں وقف علی الاولاد کے سلسلہ میں انہی دنوں میں پیش کیا تھا۔اسی طرح 24/ اپریل 1913ء کے اخبار میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اس سال کے سالانہ اجلاس میں منظور شدہ قراردادوں کا مکمل متن شائع کیا گیا۔

5۔میثاق لکھنؤ کے حوالے سے راہنمائی

مسلم لیگ اور کانگریس نے 1913ء میں جو میثاق لکھنؤ کیا اس کے تحت ہر صوبہ میں اقلیتوں کو زیادہ نشستیں دینے کے فارمولا پر اتفاق کیا گیا تھا۔اگست، ستمبر 1918ء کے مسلم لیگ کے بمبئی اجلاس میں منظور کی جانے والی قراردادوں میں سے ایک میں اس اصول پر صاد کیا گیا۔حضرت مصلح موعود نے اپنی فراست سے سب سے پہلے یہ محسوس کیا کہ اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا اور صرف دوصوبوں میں موجود ان کی اکثریت بھی جاتی رہے گی۔چنانچہ آپ کی زیر ہدایت ایک 7 رکنی احمدی وفد نے وزیر ہند مسٹر مانٹیگو سے 15 نومبر 1917ء کو ملاقات کی اور یہ تجویز کیا کہ کوئی ایسا طریق انتخاب نہ اختیار کیا جائے جس سے کم اکثریت رکھنے والی جماعت کو نقصان پہنچے۔مزید وضاحت کے لئے اسی دن حضرت مصلح موعود نے خود بھی وزیر ہند مسٹر مانٹیگو سے ملاقات کی۔

(تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ انصاراللہ حضرت مصلح موعود نمبر 2009ء صفحہ نمبر 513-517)

یہ درست رائے تھی اور بالآخر قائداعظم نے 1929ء میں اسے اپنا کر اپنے مشہور 14 نکات میں تیسرے نمبر پر شامل کر لیا۔

6۔مسلم مفاد کی حفاظت کے لئے رہنمائی

جنگ عظیم اول کے فاتح اتحادی ملکوں نے ترکی حکومت کے حصے بخرے کر دیئے۔اس پر ردعمل کے اظہار کے لئے اس دور میں ہندوؤں نے ہندوستان میں خلافت، ترک موالات اور ہجرت جیسی تحریکیں چلوائیں جو سراسر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف تھیں۔حضرت مصلح موعود نے جمعیت علمائے ہند کے مشہور لیڈر مولانا عبدالباری فرنگی محل کی دعوت پر الہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت منعقدہ ایک کانفرنس کے لئے 30 مئی 1920ء کو لکھے گئے اپنے ایک رسالہ بعنوان معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ میں ان تجاویز کے مضمرات کو درج فرمایا۔جس میں یہ جملے بھی لکھے:

''اس تجویز پر عمل کر کے مسلمانوں کی رہی سہی طاقت بھی ٹوٹ جاوے گی۔پس سوائے اس کے کہ اس فیصلہ سے لاکھوں مسلمان اپنی روزی سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور تعلیم سے محروم ہو جاویں اور اپنے حقوق کو جو...... پہلے ہی تلف ہو رہے ہیں اور خطرہ میں ڈال دیں اور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔''

عامۃ المسلمین کی راہنمائی کے لئے دسمبر 1920ء میں حضرت مصلح موعود نے اپنے اس مضمون میں بیان کردہ نکات کی قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں مزید وضاحت کے لئے 'ترک موالات اور اسلام' جیسی بے نظیر کتاب لکھی۔

آپ کی رائے کو نظرانداز کر کے مسلمان لیڈروں نے مسٹر گاندھی کی قیادت میں یکم اگست 1920ء کو عدم تعاون کی تحریک شروع کر دی اور ساتھ ہی مسٹر گاندھی کی مدح سرائی بھی۔

مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے سیرت گاندھی پر کتاب لکھی۔

(نقوش آپ بیتی نمبر ص1289)

مولوی ظفر علی خان صاحب نے ایک تقریر میں کہا:

''مہاتما گاندھی نے مسلمانوں پر جو احسان کئے ہیں ان کا عوض ہم نہیں دے سکتے۔ہمارے پاس زر نہیں جب جان چاہیں ہم حاضر ہیں۔''

(تقاریر مولانا ظفر علی خان صفحہ نمبر 59۔61)

لیکن نتائج ویسے ہی نکلے جیسے حضرت مصلح موعود کے دوراندیشی نے خیال کئے تھے۔چنانچہ لکھا گیا:

i۔ اٹھارہ ہزار مسلمان اپنا گھر بار، جاندار، اسباب غیر منقولہ اونے پونے بیچ کر، خریدنے والے زیادہ ہندو تھے، افغانستان ہجرت کر گئے وہاں جگہ نہ ملی واپس کئے گئے، کچھ مر کھپ گئے جو واپس آئے تباہ حال، خستہ، درماندہ، مفلس، قلاش، تہی دست، بے نوا بے یارومددگار، اگر اسے ہلاکت نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں۔

(حیات محمد علی جناح از رئیس احمد جعفری صفحہ نمبر 108)

ii۔ان مہاجرین کی عظیم اکثریت بادل بریاں اور بادیدہ گریاں واپس آ گئی اور اس تحریک کا جو محض ہنگامی جذبات پر مبنی تھا نہایت شرمناک انجام ہوا۔

(سرگزشت از مولانا عبدالمجید سالک صفحہ نمبر 116)

iii۔ہندوؤں کا پروگرام تھا۔ہندو اس کے رہنما تھے، مسلمانوں کی حیثیت اس ایجی ٹیشن میں ان کے آلہ کار سے زیادہ نہ تھی۔

(مسلمانان ہند کی حیات سیاسی از میاں محمد مرزا)

iv۔بعد میں علامہ اقبال نے بھی یہ لکھا:

ہندی مسلمانوں کے کام اب تک محض اس وجہ سے بگڑے رہے کہ یہ قوم ہم آہنگ نہ ہو سکی اور اس کے افراد اور بالخصوص علماء اوروں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے رہے۔ (اقبال نامہ صفحہ نمبر 396-397)

7۔تمام مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع کرنا

تمام مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع کرنا اس کے مقاصد کے لئے از بس ضروری تھا۔اس مشکل کام کو ممکن بنانے کے لئے حضرت مصلح موعود

نے مسلم لیگ کے لیڈروں کی ان الفاظ میں راہنمائی فرمائی:

''مسلم کی تعبیر مذہبی خیال سے اور ہے اور سیاسی نقطۂ خیال سے اور...... پس ضروری ہے کہ مسلم لیگ کے دروازے ہر ایک اس فرقہ کے لئے کھلے ہوں جو اپنے آپ کو مسلم کہتا ہے خواہ اس کو دوسرے فرقوں کے لوگ مذہبی نقطۂ نگاہ سے کافر ہی سمجھتے ہوں''۔

(اساس الاتحاد)

مسلم لیگ کے لیڈروں کے لئے اس پیغام کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلم لیگ کا دروازہ ہر مسلمان کہلانے والے کے لئے کھلا رکھا جائے۔ اسے حضرت امام جماعت احمدیہ نے لاہور میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ 23 مئی 1924ء میں جس میں آپ کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی ایک رسالہ بعنوان 'اساس الاتحاد' کے ذریعہ بھیجا۔ یہ رسالہ طبع کروا کر اجلاس میں عام تقسیم کیا گیا۔ مسلم لیگ نے آپ کا یہ مشورہ تسلیم کیا اور اس کا اعلان مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے ان الفاظ میں کیا:

''اس (مسلم لیگ) نے دستور میں اعلان کردیا ہے کہ ہماری مراد مسلم کے لفظ سے صرف اس قدر ہے کہ اس میں شریک ہونے والا اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے۔''

(خطبۂ صدارت صفحہ 16,15)

حضرت مصلح موعود کی راہنمائی میں کیا جانے والا یہ وہ بنیادی فیصلہ تھا جس نے بالآخر ہندوستان کے بیشتر مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کردیا۔

8۔جداگانہ طریق انتخاب اپنانے کے لئے مساعی

برصغیر میں تمام مسلم رہنما بشمول قائداعظم ایک عرصہ تک مخلوط طریق انتخاب کے حامی رہے جبکہ حضرت امام جماعت احمدیہ کی دانش مندانہ رائے ابتداء ہی سے مسلمانوں کے لئے جداگانہ طریق رائے دہی کے حق میں تھی۔ مسلم زعماء کو متوجہ کرنے کے لئے آپ نے 16 جولائی 1925ء کو آل انڈیا مسلم پارٹیز کانفرنس منعقدہ امرتسر کے لئے ایک ٹریکٹ تحریر فرمایا جس میں اور دیگر اہم تجاویز کے ساتھ اس حوالہ سے لکھا:

''مسلمانوں کی کمزوری، ہندوؤں کا کل شعبوں پر قبضہ اور مسلمانوں کی ترقی کے راستے بند کردینا یہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ جب تک اس حالت کی اصلاح نہ ہوجائے جداگانہ حق نیابت کا مطالبہ کریں''۔

قائداعظم اور دوسرے مسلم زعماء پر جداگانہ نیابت کی ضرورت نمایاں کرتے ہوئے ستمبر 1927ء میں شملہ میں منعقدہ اتحاد کانفرنس میں آپ نے فرمایا:

''ہمارے خیال میں یہ (مخلوط انتخاب کا طریقہ) مسلم مفاد کے لئے خطرناک ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح کو جداگانہ انتخاب پر قائل کرنے کے لئے شملہ میں قیام کے دوران ہی آپ نے ان کے ساتھ ایک one to one ملاقات کی۔ جس کا ذکر ایک چشم دید راوی نے یوں کیا ہے۔

''یہ موسم گرما 1927ء کا واقعہ ہے ستمبر کا مہینہ تھا تمام صوبوں کے لیڈر شملہ میں اکھٹے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح کی رائے جداگانہ انتخاب کے حق میں تھی ...... قائداعظم اس وقت مشترکہ انتخاب کے حق میں تھے۔ آپ (حضرت امام جماعت احمدیہ) نے ان دنوں انتہائی کوشش کی کہ مسلمان مشترکہ انتخاب کے سراب نما خوشکن نظریہ فریب میں نہ آجائیں چنانچہ آپ نے مختلف صوبوں کے لیڈروں کو ایک ایک کر کے اپنے ہاں مدعو کیا ہر ایک کے ساتھ فرداً فرداً تبادلہ خیال کر کے ان پر اپنا نقطہ نگاہ واضح کیا...... مرحوم قائداعظم اس وقت کانگریس کے ممبر اور مسٹر محمد علی جناح کہلاتے تھے آپ کو بھی کنگز لے (شملہ میں آپ کی رہائش گاہ) میں دعوت چائے دی گئی تھی میں اس وقت اس دعوت میں موجود تھا۔ آپ نے تبادلہ خیال کے آخر میں فرمایا۔ مرزا صاحب! میں نہیں مان سکتا کہ نصب العین ہمارا یہ ہو کہ ہندوستانی قوم بلند مقام تک جا پہنچے اور اس کا ذریعہ جداگانہ انتخاب ہو؟''

(ہماری ہجرت اور قیام پاکستان از سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صفحہ 16,15 دارالتجلید لاہور)

گو بالآخر قائداعظم نے اپنی رائے بدل لی اور جداگانہ انتخاب کے حامی ہوگئے۔

جماعت کی خدمات کا اعتراف:

اس دور کے مسلم مشاہیر نے جماعت احمدیہ کی ان خدمات کا کھلا اعتراف کیا مثلاً مولانا محمد علی جوہر نے لکھا:

''ناشکر گزاری ہوگی کہ جناب میرزا بشیر الدین محمود احمد اور اُن کی اس منظّم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنے تمام تر توجہات، بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کردی ہیں ...... اور وہ وقت دور نہیں جبکہ ...... کے اس منظّم فرقے کا طرزعمل سواداعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ ودرباطن دعاوی کے خوگر ہیں، مشعل راہ ہوگا''۔

(اخبار ہمدرد مورخہ 26 ستمبر 1927ء بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار صفحہ نمبر 7)

اخبار مشرق، گورکھپور نے لکھا:

''اس وقت جتنے فرقے ...... کے ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہورہے ہیں۔ صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں ہے اور خاص ...... کام سرانجام دے رہی ہے۔'' (اخبار مشرق مورخہ 23 ستمبر 1927ء)

9۔سائمن کمیشن کا بائیکاٹ روکنے کی کوشش

1927ء کے آخر میں ہندوستان کو مزید سیاسی حقوق دینے کے لئے ایک کمیشن انگلستان سے بھیجا گیا۔ کانگریس نے کمیشن کے بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ قائداعظم اور مولانا محمد علی جوہر سمیت مسلمان رہنماؤں نے بھی بائیکاٹ کی تائید کی۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنی دانش مندی سے بھانپ کر اس بائیکاٹ کو ہندوؤں کی ایک خطرناک چال قرار دیا اور اسے مسلم مفاد کے سراسر خلاف اور مہلک قرار دیا اور اپنے مضمون رقم فرمودہ 8 دسمبر 1927ء میں آٹھ ایسے مسائل کی نشاندہی بھی کی جو مسلمانوں کو اس کمیشن کے سامنے پیش کرنے چاہئیں۔ آپ نے اس رسالہ کو جس کا عنوان 'مسلمانان ہند کے امتحان کا وقت' تھا اردو اور انگریزی زبانوں میں شائع کرکے ہندوستان بھر میں پہنچا دیا۔ بالآخر مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ نے کمیشن سے تعاون کا فیصلہ کرلیا۔

(تفصیلات کے لئے تاریخ احمدیت جلد 5 ص نمبر 4)

10۔نہرو رپورٹ کے خلاف جدوجہد

اگست 1928ء میں کانگریس نے اپنی مرتبہ نہرو رپورٹ کو ہندوستان کے نمائندہ دستور کے طور پر شائع کیا۔ یہ رپورٹ وحدانی طرز حکومت کی تائید میں تھی اور مسلم مطالبات کو نظر انداز کر کے صرف ہندوؤں کے مفاد کا تحفظ کرتی تھی۔ اس کے باوجود بہت سے سرخیل مسلم زعماء جیسے مولانا ابوالکلام آزاد، مولوی ظفر علی خان، مولوی ثناء اللہ امرتسری اس رپورٹ کے حامی تھے۔ گو کئی دردمند مسلم لیڈر اس کے خلاف بھی تھے لیکن اس رپورٹ کا تفصیلی تجزیہ، اس کے مضرت رساں پہلوؤں کو دلائل سے اجاگر کرنے اور مسلمانوں کے مطالبہ کی معقولیت ثابت کرنے کا سہرا صرف حضرت امام جماعت احمدیہ کے سر رہا۔ آپ نے ''نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح'' کے نام سے ایک مدلل کتاب تحریر فرمائی اور مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ:

''میں یہ نہیں کہتا کہ ہندوستان کی آزادی کے لئے کوشش نہ کرو جبکہ انگلستان نے فیصلہ کردیا ہے کہ ہندوستان کو نیابتی حکومت کا حق ہے اس کے لئے جو جائز کوشش کی جائے اس میں اپنے دوسرے بھائیوں کا شریک ہوں مگر جو چیز مجھ پر گراں ہے اور میرے دل کو بٹھائے دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کئے بغیر آئندہ طریق حکومت پر راضی ہوجائیں اس کے نتائج نہایت تلخ اور نہایت خطرناک نکلیں گے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ جب تک دونوں مسلم لیگ کی پیش کردہ تجاویز کو قبول نہ کر لیا جائے اس وقت تک وہ کسی صورت میں بھی سمجھوتے پر راضی نہ ہوں ورنہ جو خطرناک صورت پیدا ہوگی اس کا تصور کرکے بھی دل کانپتا ہے''۔

(نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح ص 388)

اس تبصرہ کے آخر میں آپ نے مسلمانوں کے سامنے ایک چار نکاتی لائحہ عمل بھی تجویز فرمایا۔ اس میں یہ تجویز بھی تھی کہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد ہو اور ایک کمیٹی اس کا تفصیلی جائزہ لے اور اس کی خامیوں کو دور اور اچھی باتوں میں اضافہ کر کے ایک مکمل قانون اساسی پیش کرے۔

11۔تصور پاکستان کی سوچ

اس زمانہ میں انگریزوں سے آزادی کی خواہش تو ہر ہندوستانی کی تھی۔ تاہم اس کی انجام کار صورت کا تصور سیاسی جماعتوں اور لیڈروں کا اپنا اپنا تھا۔ ہندو لیڈر بالاتفاق ہندوستان کو ایک رکھنا چاہتے تھے تاکہ اپنی اکثریت کے بل پر سارے ملک پر حکومت کریں اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے اپنا محکوم بنا لیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کے بیشتر بڑے لیڈر بھی ہندو مسلم اتحاد کے طلسم میں گرفتار ہوکر کانگریس کے ہم زبان اور کارندے بنے ہوئے تھے۔ ایسے میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی دوراندیشی ہی تھی کہ آپ نے دور دھندلکوں میں مسلمان آبادی پر مشتمل پانچوں صوبوں کو یکجا اور ایک نظم کے ماتحت دیکھا۔ یہ ابتدائی سوچ کس طرح آگے چل کر تصور پاکستان میں ڈھلی اس پر تاریخ کی درج ذیل گواہیاں دستیاب ہیں:

i۔نہرو رپورٹ پر حضرت مصلح موعود کا تبصرہ 2/اکتوبر تا 2 نومبر 1928ء کے دوران سات اقساط میں روزنامہ الفضل قادیان چھپنے کے معاً بعد کتابی صورت میں ''نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس تبصرہ میں حضرت صاحب نے جہاں اس مطالبہ کی کہ ''پنجاب، بنگال، سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان آزاد اور خودمختار صوبے ہوں۔'' (نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح ص 425) تائید فرمائی وہیں یہ مثال دے کر کہ ''زیکو سلویکا جس میں نئی قسم کا تجربہ کیا گیا ہے یعنی سارے ملک میں تو فیڈریشن نہیں ہے لیکن روتھینیا کے علاقہ کو ان لوگوں کے خوف کی وجہ سے کامل خوداختیاری حکومت دے دی گئی ہے'' یہ تجویز پیش فرمائی:

''پانچوں مسلم صوبے (پنجاب، بنگال، سرحد، سندھ اور بلوچستان) فیڈریشن کے اصول پر ہندوستان سے ملحق رہیں اور ہندو صوبے مضبوط مرکزی حکومت کے ماتحت رکھیں''

(نہرو رپورٹ اور مسلمانوں کے مصالح ص 420)

ii۔31 دسمبر 1928ء سے 2 جنوری 1929ء تک دہلی میں سر آغا خان کی صدارت میں ایک آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقد ہوئی۔ مولانا عبدالمجید سالک نے اس کے بارے میں لکھا:

''اس کانفرنس میں مسلمانوں کے تمام سیاسی مطالبات کے متعلق ایک قرارداد منظور ہوئی جس کا چرچا گوشہ گوشہ میں ہوا اور بعد میں مسٹر محمد علی جناح نے بھی اپنے چودہ نکات اسی قرارداد کے اصول پر مرتب کئے۔''

(ذکر اقبال از مولانا عبدالمجید سالک صفحہ نمبر 143)

یہ ریزولیوشن اکثر وبیشتر انہی خطوط پر مرتب کیا گیا تھا جو حضرت امام جماعت احمدیہ نے نہرو رپورٹ

کے تبصرہ میں تجویز فرمائے تھے۔

iii۔ دو سال بعد 1930ء میں علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے اجلاس میں اپنے خطبۂ صدارت میں اسی قرارداد کا حوالہ دیتے ہوئے کہا:

”مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ ہندوستان میں ایک مسلم ہندوستان کا قیام عمل میں آئے حق بجانب ہے میری رائے میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی قرارداد کے پیچھے یہی نصب العین کارفرما ہے۔“

(اقبال جادوگر ہندی نژاد از عتیق صدیقی صفحہ 129 بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ اگست 1997ء صفحہ نمبر 36)

iv۔ اور یوں واقعات کی کڑیاں علامہ اقبال کے خطبہ الہ آباد کے مضمون کو پہلے سے واقع شدہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی قرارداد اور اس سے پہلے حضرت مصلح موعود کی تجویز مذکورہ نہرو رپورٹ پر تبصرہ سے جوڑ دیتی ہیں۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کا اظہار ایک تاریخ میں یوں ہوا ہے:

”اسی سال (1928ء) نہرو رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے قادیانی فرقہ کے راہنما مرزا بشیر محمود نے ایک واضح تجویز پیش کی اور ...... شمالی مغربی علاقوں پر مشتمل ایک آزاد مسلمان علاقہ قائم کرنے کا مشورہ دیا...... اقبال کا خطبہ الہ آباد اسی تجویز کی تعبیر و تشریح ہے۔“

(قرارداد پاکستان، منظر پس منظر از ریاض صدیقی ص 36 ناشر قمر کتاب گھر، اردو بازار، کراچی، 1983ء)

12۔ جناح لیگ اور شفیع لیگ میں الحاق کی کامیاب جماعتی کوشش

سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے مسئلہ پر مسلم لیگ دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کی نگاہ میں جناب محمد علی جناح صاحب کی سیاسی خدمات کی بہت قدر و منزلت تھی اس لئے آپ دل سے چاہتے تھے کہ دونوں دھڑوں میں مفاہمت ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے جناب محمد علی جناح اور شفیع لیگ کے سیکرٹری ڈاکٹر سر محمد اقبال کو خطوط لکھے جن کا ذکر ہر دو اصحاب نے بعض مجالس میں کیا اور مصالحت کی امید پیدا ہو گئی۔ مارچ 1929ء میں جناب محمد علی جناح اور سر محمد شفیع کی ملاقات ہوئی جس میں جماعت احمدیہ کے ناظر امور خارجہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی شریک ہوئے۔ دونوں لیڈر اتحاد پر آمادہ ہو گئے اور آخر مارچ میں مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں قرار پایا۔ اس اجلاس میں شرکت کی دعوت حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی دی گئی۔ اس اجلاس کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب نے اپنی کوششیں جاری رکھیں جو بالآخر رنگ لائیں اور فروری 1930ء میں دہلی میں دونوں مسلم لیگیں ایک ہو گئیں۔

یہ الحاق مسلم لیگ کی مضبوطی کے لئے کس قدر اہم تھا وہ ظاہر و باہر ہے۔

13۔ گول میز کانفرنس کے لئے بنیادی راہنمائی

ہندوستان میں ممکنہ سیاسی تبدیلیوں کے بارے میں حکومت برطانیہ نے ایک گول میز کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا۔ اس اہم موقع پر حضرت امام جماعت احمدیہ نے 23 جون 1930ء کو ایک مضمون بعنوان 'گول میز کانفرنس اور مسلمانوں کی نمائندگی' کے ذریعہ یہ بنیادی راہنمائی فرمائی کہ اس کانفرنس کے لئے مسلمانوں کے نمائندے ان کی اہم سیاسی انجمنوں کے مشورہ سے منتخب ہونے چاہئیں۔ نیز اہم معاملات پر ایک واضح پالیسی بنانے پر بھی زور دیا تا کہ یہ نمائندے اس کے مطابق تجاویز پیش کر سکیں۔

14۔ آل انڈیا مسلم کانفرنس میں رہنمائی اور مدد

4-5 جولائی 1930ء کو شملہ میں آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقد ہوئی جس میں سائمن رپوٹ، نہرو رپورٹ اور راؤنڈ ٹیبل کانفرنس پر بحث و تمحیص ہوئی۔ سردار شوکت حیات خاں اور دیگر شرکاء کی خواہش پر حضرت امام جماعت احمدیہ نے شرکت فرمائی اور خطاب فرمایا۔ صدر اجلاس مولانا شوکت علی نے اپنے تاثرات میں لکھا:

”میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب امام جماعت احمدیہ کا خاص طور پر تذکرہ کروں کہ علاوہ مفید مشوروں اور امداد کے اپنی اور اپنی جماعت کی طرف سے دو ہزار روپے کا وعدہ فرمایا اور سات سو روپے اسی وقت...... آل انڈیا مسلم کانفرنس کے خالی خزانے میں داخل کئے۔“

(اخبار انقلاب، لاہور 16 جولائی 1930ء تفصیل کے لئے تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ نمبر 207-210)

15۔ پہلی گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے مؤثر آواز

ہندوستان کے حقیقی مسائل کے حل کے لئے 12 نومبر 1930ء کو لندن میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ہندوستانی نمائندوں کی ایک گول میز کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں مسلم اقلیت کی مؤثر ترجمانی کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ نے ایک غیر معمولی کارنامہ انجام دیا۔ وائسرائے ہند کے اعلان کے مطابق سائمن کمیشن کی رپورٹ اس وقت مسائل کا بہترین حل تھا اس لئے حضرت مصلح موعود نے اس پر ایک مدلل، مفصل اور جامع تبصرہ لکھا اور اس کا انگریزی ترجمہ شائع کرا کے بذریعہ ہوائی جہاز عین کانفرنس کے آغاز کے وقت انگلستان پہنچا دیا۔ اس معرکۃ الآراء کتاب کا نام ”ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل“ تھا۔ کانفرنس کے تمام شرکاء کے علاوہ اعلیٰ حکام، اراکین اسمبلی اور سیاسی لیڈروں میں کتاب کی بکثرت تقسیم کی گئی اور شاندار خراج تحسین کی حقدار ٹھہری۔ اخبار Times of London نے Federal Ideal کے عنوان کے تحت ایک نوٹ میں لکھا:

”ہندوستان کے مسئلہ کے متعلق ایک اور ممتاز تصنیف خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔“

(اخبار ٹائمز آف لندن 20 نومبر 1930ء)

مولانا عبدالمجید سالک نے رائے دی:

”جناب مرزا صاحب نے اس تبصرہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ بڑی بڑی اسلامی جماعتوں کا کام تھا جو مرزا صاحب نے انجام دیا“۔

(اخبار انقلاب 16 نومبر 1930ء)

اخبار ہمت لکھنؤ نے لکھا:

”ہمارے خیال میں اس قدر ضخیم کتاب کا اتنی قلیل مدت میں اردو میں لکھا جانا، انگریزی میں ترجمہ ہو کر طبع ہونا، اغلاط کی درستگی، پروف کی صحت اور اس سے متعلق سینکڑوں دقتوں کے باوجود تکمیل پانا اور فضائی ڈاک پر لندن روانہ کیا جانا اس کا بیّن ثبوت ہے کہ...... میں بھی ایک ایسی جماعت ہے جو اپنے نقطہ نظر کے مطابق اپنے فرائض سمجھ کر وقت پر انجام دیتی ہے اور نہایت مستعدی اور تندہی کے ساتھ۔ غرضیکہ کتاب مذکورہ ظاہری اور باطنی خوبیوں سے مزین اور دیکھنے کے قابل ہے۔“

(اخبار ہمت لکھنؤ، 5 دسمبر 1930ء)

مولانا غلام رسول مہر نے لکھا:

”آپ (مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) کی سیاسی فراست کا ایک زمانہ قائل ہے اور نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے میں، سائمن کمیشن کے روبرو مسلمانوں کا نقطہ نظر پیش کرنے میں، مسائل حاضرہ پر اسلامی نقطہ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں آپ نے بہت ہی قابل تعریف کام کیا ہے۔ زیر بحث کتاب سائمن رپورٹ پر آپ کی تنقید ہے جو انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے۔ جس کے مطالعہ سے آپ کی وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔“

(اخبار سیاست، لاہور، 2 دسمبر 1930ء)

(مذکورہ بالا اور دیگر تعریفی تبصروں اور تفصیلات کے لئے تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ نمبر 213-220)

16۔ قائداعظم کی لندن سے وطن واپسی کی کامیاب کوشش

قائداعظم نے دوسری گول میز کانفرنس کے بعد ہندو مسلم اتحاد کے لئے اپنی کوششوں میں ناکامی کے بعد سخت مایوس ہو کر ہندوستان چھوڑ کر لندن میں مستقل قیام کر لیا اور وہیں پریکٹس شروع کر دی۔ ان کا مسلمانوں کی قیادت سے یوں دست کش ہو جانا کانگریسی ہندوؤں اور کانگریس نواز مسلمانوں کو بہت خوش آیا۔ لیکن حضرت امام جماعت احمدیہ کی دوررس نگاہ نے مسلمانوں کے حق میں اس فیصلہ کے مضمرات کو واضح طور پر دیکھا اور از خود اسے منسوخ کرانے کا سوچا۔ آپ قائداعظم کی صلاحیتوں سے واقف تھے اور یہ رائے رکھتے تھے کہ

”میں ان کی خدمات کے باعث ان کو قابل عزت اور قابل ادب سمجھتا ہوں۔“

(مسلمانوں کی انفرادی اور قومی ذمہ داریاں ص 18)

اس لئے دلی طور پر چاہتے تھے کہ وہ واپس آ کر مسلمانان ہند کی قیادت کریں۔ اس کام کے لئے آپ نے حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب کو منتخب کیا جو انگریزی میں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے اور دوسروں کو قائل کرنے میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت درد صاحب نے 12 مارچ 1933ء کو لندن مشن کا چارج لینے کے چند دن بعد ہی قائداعظم سے ان کے دفتر واقع King's Bench Walk لندن میں ان سے تین چار گھنٹے کی ایک ملاقات کی جو کامیاب رہی اور اگلے ماہ قائداعظم نے لندن کے جماعتی مرکز میں ایک تقریر کے دوران امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب کی کامیابی کا ذکر کیا۔

اس ملاقات کا حال ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:

”میں نے ان سے تفصیلی ملاقات کی اور انہیں ہندوستان واپس آ کر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ مسٹر جناح سے میری یہ ملاقات تین چار گھنٹے تک جاری رہی میں نے انہیں آمادہ کر لیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جب کہ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والا اور کوئی نہیں ہے انہوں نے ان کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بے وفائی کے مترادف ہو گی چنانچہ اس تفصیلی گفتگو کے بعد آپ (بیت) احمدیہ لندن تشریف لائے اور وہاں باقاعدہ ایک تقریر کی۔“

(الفضل یکم جنوری 1955ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 103)

مولانا عبدالرحیم درد صاحب کی قائداعظم سے ملاقات کے نتیجہ میں انہوں نے سیاست میں دوبارہ حصہ لینے کا جو فیصلہ کیا تھا اس کا پہلا اظہار اس تقریب میں شرکت تھی جو عید الاضحیٰ کے موقع پر 6 اپریل 1933ء کو بیت فضل لندن میں منعقد ہوئی۔ یہ ایک بڑی تقریب تھی اور اس میں دو سو کے قریب شخصیات مدعو تھیں جن میں مسٹر پیتھک لارنس، سر ایڈورڈ میکلیگن، پروفیسر ایچ اے آر گب اور سر ڈینی سن راس شامل تھے جبکہ صدارت Sir Stewart Sandaman نے کی۔

انسائیکلو پیڈیا قائداعظم کے مصنف نے اس تقریب کے ذکر میں لکھا:

قائداعظم نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا:

حضرت مصلح موعود اور جماعت احمدیہ کی مسلمانانِ ہند کے حقوق کے لئے شاندار جدوجہد

وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ (الہامِ الٰہی)

حضرت مصلح موعود نے مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے لئے ہمیشہ ہر ممکن اخلاقی، آئینی، قلمی اور مالی ذرائع سے اعانت فرمائی۔

وزیر ہند مانٹیگو کی ہندوستان میں آمد

20 اگست 1917ء کو مسٹر مانٹیگو وزیر ہند کی ہندوستان آمد پر جہاں دیگر انجمنوں نے ایڈریس پیش کئے وہاں جماعت احمدیہ کے وفد کے ساتھ حضرت مصلح موعود بھی بنفس نفیس دلی تشریف لے گئے اور مسلم مطالبات کی وضاحت کی۔

جنگ عظیم کے بعد ہندوستان میں سیاسی بیداری

حضرت مصلح موعود 1926ء سے قبل ہی گورنمنٹ سے مسلم حقوق مثلاً جداگانہ انتخاب پنجاب اور بنگال میں مسلم اکثریت کے لئے مناسب نشستیں مسلم ملازمتوں کے لئے مخصوص کوٹہ وغیرہ متعدد مسائل کے حل کے لئے بھرپور کاوشیں کیں۔ کبھی آپ جماعت کے وفد وائسرائے کے پاس بھیجتے۔ کبھی خود تشریف لے جاتے۔ کبھی رسائل وکتب شائع کرتے تاکہ مسلم مفاد کو کسی رنگ میں ٹھیس نہ پہنچے۔

تجاویز دہلی

مسلم لیگ کے بعض قائدین نے ایک اجلاس 20 مارچ 1927ء کو دہلی میں طلب کیا اور چند تجاویز منظور کیں جنہیں ''تجاویز دہلی'' کا نام دیا گیا۔ حضرت مصلح موعود ان تجاویز کے حق میں تھے نیز مسلم حقوق کی حفاظت کے لئے حضور کے نزدیک یہ تجاویز تشنہ تھیں اور ضروری تھا کہ اس میں بعض دیگر مطالبات بھی شامل کئے جائیں۔

آل پارٹیز مسلم کانفرنس

حضرت مصلح موعود نے 1928ء میں ''نہرو رپورٹ'' کے رد میں ایک کتاب شائع کی۔ اس میں آپ نے یورپین ممالک کے دساتیر کو سامنے رکھ کر مسلم مطالبات کے حق میں بڑے وزنی اور واقعاتی دلائل پیش کئے ہیں۔ نہرو رپورٹ کے رد میں ایک آل پارٹیز مسلم کانفرنس کے قیام کی ضرورت پر زور دیا۔

سائمن کمیشن

8 نومبر 1927ء کو حکومت برطانیہ نے سائمن کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا۔ ہندوؤں کے لیڈر انگلستان جا کر اعلیٰ عہدوں پر فائز انگریزوں سے مل کر انہیں اپنا ہم خیال بنا چکے تھے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب اور ڈاکٹر شفاعت احمد صاحب بیرسٹر ممبر یوپی کونسل ولایت گئے اور اعلیٰ قیادت کو اصل صورت حال سے آگاہ کیا جس پر انہوں نے کہا کہ ہمیں تو آج معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی جداگانہ حفاظت کی ضرورت ہے ورنہ ہم تو یہ خیال کرتے تھے کہ ہندو لیڈر جو باتیں کہتے رہے ہیں مسلمان ان سے متفق ہیں۔

علمی وقلمی خدمات

سیدنا حضرت مصلح موعود نے تحریک پاکستان، قائداعظم اور آل انڈیا مسلم لیگ کی تائید میں زبردست قلمی جہاد کیا ہے۔ آپ نے قریباً 35 چھوٹے بڑے کتابچوں کے علاوہ روزنامہ الفضل میں متعدد مضامین اور اداریہ جات لکھے جن میں اس وقت کے اہم مسائل اور ایشوز پر روشنی ڈالی۔ مسلمانانِ ہند کو ان کے حقوق سمجھانے کے ساتھ ساتھ ان کے لیڈرز کو بھی ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔ یہ سلسلہ مضامین قیام پاکستان کے بعد بھی جاری وساری رہا۔

مولانا محمد علی جوہر کہتے ہیں:

''ناشکر گزاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلااختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کیلئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک طرف مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ (دین) کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سواد اعظم (دین) کیلئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت (دین) کے بلند بانگ و درباطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا''۔
(پرچہ ہمدرد دہلی 24 ستمبر 1927ء)

سیاسی بیداری کے دور کے اہم ادوار

مسلم سیاست کے تین اہم مراحل ''آل انڈیا مسلم کانفرنس'' (یکم جنوری 1929ء)، ''قائد اعظم کے چودہ نکات'' (مارچ 1929ء) اور ''خطبہ الٰہ آباد'' (دسمبر 1930ء) ہیں۔ ان مراحل میں حضرت مصلح موعود نے بھرپور کردار ادا کیا اور اپنے مضامین و کتب میں کئی اہم مطالبات کئے۔ جن میں فیڈرل حکومت کا مطالبہ، سندھ، سرحد اور بلوچستان کیلئے حقوق کا مطالبہ، مسلمانوں کے لئے ایک تہائی نشستیں، جداگانہ انتخابات کا مطالبہ، قانون کی منظوری کیلئے 3/4 ارکان کی منظوری، کامل مذہبی آزادی، سرکاری ملازمتیں اور مذہب، تمدن، تعلیم اور زبان کی حفاظت شامل ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد

کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس

23 مارچ 1940ء کو قرارداد پاکستان پاس ہونے کے بعد سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستان آئے اور ہندوستان کی آزادی کے لئے ایک جدید فارمولا پیش کیا جسے مسلم لیگ اور کانگریس نے مسترد کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ہندوستان کی آزادی ناممکن دکھائی دینے لگی۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے انگریز حکومت کے سامنے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ ایسے مدلل اور پرشوکت الفاظ میں پیش کیا کہ حکومت برطانیہ نے مجبوراً لارڈ ویول وائسرائے ہند کو انتقال اقتدار کا فارمولا دینے کے لئے لندن طلب کیا۔

قائداعظم کی دوبارہ واپسی

1933ء میں قائداعظم ہندوستانی سیاست سے مایوس ہو کر لندن منتقل ہو گئے اور وہاں پر اپنی قانونی پریکٹس شروع کر دی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود نے امام بیت الفضل لندن مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم اے کے ذریعے قائداعظم پر زور ڈالا کہ وہ دوبارہ ہندوستانی سیاست میں آئیں۔ قائداعظم کو قائل کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ مگر مولانا درد صاحب کے مسلسل اور پُرخلوص اصرار کے نتیجہ میں بالآخر قائداعظم ہندوستان واپس آنے اور مسلمانوں کی خدمت پر کمربستہ ہونے کے لئے تیار ہوگئے۔
اور فرمایا:۔ ''امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب و تلقین نے میرے لئے کوئی جائے فرار باقی نہیں چھوڑی''۔

مرکزی وصوبائی انتخابات (45-46ء)

لارڈ ویول وائسرائے ہند نے 19 ستمبر 1945ء کو برصغیر میں نئے انتخابات کا اعلان کر دیا۔ یہ انتخابات ''پاکستان یا اکھنڈ بھارت'' کی بنیاد پر لڑے گئے۔ حضرت مصلح موعود نے 21 اکتوبر 1945ء کو ایک طویل بیان میں جماعت کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: ''آئندہ انتخابات میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئے تاکہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلاخوف تردید، کانگریس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔'' (قائداعظم اور ان کا عہد صفحہ 421)

عبوری حکومت۔ مسلم لیگ کی شمولیت

1946ء میں ایک وزارتی مشن ہندوستان آیا جس نے وائسرائے ہند کے مشورہ سے 16 جون 1946ء کو ملک میں ایک عارضی حکومت کے قیام کا اعلان کیا۔ لیکن وائسرائے ہند نے کانگریس سے گٹھ جوڑ سے پنڈت نہرو نے 2 ستمبر 1946ء کو عبوری حکومت کا چارج سنبھال لیا۔ اس نازک موقع پر حضرت مصلح موعود بعض خدام سمیت 22 ستمبر تا 14 اکتوبر 1946ء تک دہلی میں تشریف فرما رہے اور قائداعظم، مسٹر گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو سے تبادلہ خیال کیا۔ چنانچہ وائسرائے ہند نے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مسلم لیگ نے عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اور پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا نظر آنے لگا۔

خضر حکومت کا استعفیٰ

45-46ء کے انتخابات کے بعد پنجاب میں مسلم لیگ کی حکومت کے قیام میں ایک بہت بڑی روک خضر حیات خان کی وزارت تھی اور مسلم لیگ کے ذمہ دار اکابرین سر خضر حیات کو وزارت سے استعفیٰ دینے پر آمادہ کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اس نازک موقعہ پر حضرت مصلح موعود نے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کے ذریعہ سر خضر حیات کو استعفیٰ دینے پر آمادہ کیا اور اس طرح پنجاب کی پاکستان میں شمولیت ممکن ہوئی۔

باؤنڈری کمیشن

مسلم لیگ کی طرف سے باؤنڈری کمیشن کے سامنے کیس پیش کئے جانے کی اہم ذمہ داری کے لئے قائداعظم نے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو ہی منتخب کیا آپ نے مسلم لیگ کا کیس تیار کر کے 30-26 جولائی 1947ء حد بندی کمیشن کے سامنے بڑے مدلل اور پرشوکت انداز میں پیش کیا۔ اس دوران حضرت مصلح موعود خود بھی موجود رہے اور ہدایات سے نوازتے رہے۔

آزادی کشمیر

14 اکتوبر 1947ء کو احمدی کشمیری مجاہد محترم غلام نبی انور گلکار صاحب کو آزاد ریاست جموں کشمیر کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں نے تینوں گول میز کانفرنسز (1930ء، 1931ء، 1932ء) میں شرکت کی۔

حضرت مصلح موعود کی آزادیٔ کشمیر کے لئے جدوجہد تاریخ کا اہم باب ہے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے بانی اور اس کمیٹی کے پہلے صدر (32-1931ء) بھی رہے۔

پاکستان کے 16-2015ء میں جاری ہونے والے یادگاری ٹکٹ

APPU کی میٹنگ کے اجلاس کے موقع پر 24 مارچ 2015ء کو جاری ہوا

ترکی میں اردو زبان کے سو سال مکمل ہونے پر
12 ر اکتوبر 2015ء کو جاری ہوا

پاکستان کے پہلے سولر پلانٹ کے قیام پر 4 مئی 2015ء کو جاری ہوا

سال 2015ء پاک چائنا باہمی تجارت کے سال کے طور پر منایا گیا۔ 14 ر اگست 2015ء کو 5 ٹکٹ جاری کئے گئے

سانحہ آرمی پبلک سکول پشاور کے ایک سال مکمل ہونے پر
16 دسمبر 2015ء کو جاری کیا گیا

یوم دفاع پاکستان کی گولڈن جوبلی کے موقع پر 17 ستمبر 2015ء کو جاری کیا گیا

GPO مری کا یادگاری ٹکٹ
29 دسمبر 2015ء کو جاری کیا گیا

GPO مری کی بحالی پر 4 نومبر 2015ء کو جاری کیا گیا

کیڈٹ کالج کوہاٹ کی گولڈن جوبلی کے موقع پر
10 ر اکتوبر 2015ء کو جاری کیا گیا

نیوکلیئر ریکٹر کے 50 سال مکمل ہونے پر
10 فروری 2016ء کو جاری کیا گیا

دیوان بہادر ایس پی سنگھا کا یادگاری ٹکٹ
26 ر اپریل 2016ء کو جاری کیا گیا

پانی کے محتاط استعمال کے بارہ میں سے 22 مارچ 2016ء کو جاری کیا گیا

کتاب کے قومی دن کے موقع پر
22 ر اپریل 2016ء کو جاری کیا گیا

پاک چائنا تعلقات کے 65 سال مکمل ہونے پر
21 مئی 2016ء کو جاری کیا گیا

"The eloquent persuation of the Imam left me no escape"

ترجمہ: امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے بچنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی۔

(انسائیکلو پیڈیا قائداعظم از زاہد حسین انجم صفحہ 480، مقبول اکیڈمی، انارکلی، لاہور، 1991ء)

قائداعظم کی یہ تقریر جس کا موضوع Future of the India تھا برطانوی اور ہندوستانی پریس کی خاص توجہ کا مرکز بنی اور چوٹی کے اخبارات میں اس کی اشاعت ہوئی۔ سنڈے ٹائمز لندن نے 9/اپریل 1933ء کو لکھا:

ترجمہ: میلر وز روڈ ویمبلڈن پر واقع (بیت) کے احاطہ میں ایک بڑے مجمع سے مشہور ہندوستانی مسلمان مسٹر جناح نے ہندوستان کے مستقبل کے موضوع پر خطاب کیا۔

(ہماری ہجرت اور قیام پاکستان از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ دارالتجلید لاہور)

اس کے علاوہ درج ذیل اخبارات نے اس تقریب کی خبریں شائع کیں۔

☆The Evening Standard, London, 7th April, 1933,

☆Hindu, Madras, 7th April, 1933,

☆The Madras Mail, 7th April, 1933,

☆Pioneer, Alahabad,

☆The Statesman, Calcutta, 8th April, 1933,

☆The Civil & Military Gazette, Lahore, 8th April, 1933

☆Egyption Gazette, Alexenderia, West Africa, London, 15th April, 1933,

☆The Near East and India اور رسالہ

نامور محقق جناب زاہد حسین انجم صاحب نے 1991ء میں انسائیکلوپیڈیا قائداعظم شائع کیا تو اس میں زیر عنوان درد۔عبدالرحیم احمدیہ (بیت) لندن کے امام۔ قائداعظم سے اس ملاقات اور اس کے نتیجہ میں ان کے بیت الفضل لندن میں تقریر کا ذکر کیا ہے۔

(انسائیکلوپیڈیا قائداعظم از زاہد حسین انجم صفحہ 309 مطبوعہ مقبول اکیڈمی لاہور 1991ء)

اس تقریر کے بعد نواب زادہ لیاقت علی خاں اور ان کی بیگم بھی جولائی 1933ء میں لندن میں قائداعظم سے ملے اور دوبارہ ان سے ہندوستان واپس آنے کی درخواست کی۔ چند ماہ بعد قائداعظم واپس آگئے۔ بزرگ صحافی اور تحریک پاکستان کے ممتاز لیڈر جناب میاں محمد شفیع (میم شین) نے اس بارے میں لکھا: (ترجمہ از انگریزی)

''انہوں نے ہندوستانی سیاست سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کر لیا اور علامتی طور پر قریباً ہمیشہ کے لئے لندن میں بود و باش اختیار کر لی۔ یہ جناب لیاقت علی خاں اور لندن (بیت) کے امام مولانا عبدالرحیم درد تھے جنہوں نے جناح صاحب کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آ کر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔ جناح صاحب 1934ء میں ہندوستان واپس آگئے۔''

(اخبار پاکستان ٹائمز لاہور قائداعظم ایڈیشن 11 ستمبر 1981ء)

17۔گول میز کانفرنسوں میں مزید خدمات

ہندوستان میں آئینی اصلاحات کے لئے برطانوی حکومت کی ایماء پر لندن میں 1930ء، 1931ء اور 1932ء میں تین گول میز کانفرنسیں ہوئیں۔ جن میں ہندوستان کے چوٹی کے لیڈر شامل ہوئے اور حکومت برطانیہ کے ساتھ گفت وشنید میں حصہ لیا۔ ایک بزرگ احمدی حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان کو ان تینوں میں شرکت کا موقعہ ملا اور آپ نے ان میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کا ملّی فریضہ انتہائی ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے ادا کیا۔

اس کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ حسن نظامی نے لکھا:

''گول میز کانفرنس میں ہر ہندو اور مسلمان اور ہر انگریز نے جو چوہدری ظفراللہ خان کی لیاقت کو مانا اور کہا کہ...... میں اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو فضول اور بے کار بات زبان سے نہیں نکالتا اور نئے زمانے کی پولیٹکس پیچیدہ کو اچھی طرح سمجھتا ہے تو وہ چوہدری ظفراللہ خان ہے۔''

(اخبار منادی 24/اکتوبر 1934ء بحوالہ روزنامہ الفضل 13/اگست 2013ء صفحہ نمبر 1)

18۔قرارداد پاکستان

23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان منظور کی گئی۔ اس قرارداد کے حوالے سے مشہور سیاسی لیڈر خان عبدالولی خان نے انڈیا آفس لائبریری میں موجود دستاویزات کی تحقیق پر مشتمل اپنی کتاب میں وائسرائے لارڈ لنلتھگو (Lord Linlithgow) کا درج ذیل خط نقل کیا ہے جو انہوں نے 12 مارچ 1940ء کو برطانیہ کے سیکریٹری آف اسٹیٹ فار انڈیا کو لکھا تھا:

ترجمہ: میری ہدایت پر ظفراللہ نے ''دو قومی ریاستیں'' کے موضوع پر ایک نوٹ لکھا ہے جو میں پہلے ہی آپ کی توجہ کے لئے بھجوا چکا ہوں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کسی کو پتہ لگے کہ یہ منصوبہ انہوں نے تیار کیا ہے۔ اس کی کاپیاں (قائداعظم محمد علی) جناح اور جہاں تک میرا خیال ہے سر اکبر حیدری کو بھجوائی گئی ہیں۔ کیونکہ ظفراللہ یہ اعتراف نہیں کر سکتے کہ اسے انہوں نے لکھا ہے اس لئے یہ دستاویز اس طرح تیار کی گئی ہے کہ مسلم لیگ کی منظوری سے اس کی بکثرت اشاعت ہو۔

(Facts are Facts by Wali Khan Page 29 Vikas Publishing House Pvt Ltd, New Delhi 1987)

یہ خط 12 مارچ 1940ء کو لکھا گیا اور اس میں اس دستاویز کو قائداعظم کو اس سے پہلے بھجوائے جانے کا ذکر ہے۔

1982ء میں روزنامہ جنگ میں اس کتاب کے جو حصہ شائع ہوئے اس میں اس دستاویز کے لکھے جانے کا معین وقت یوں درج ہے:

''چوہدری صاحب نے فروری 1940ء کے دوسرے پندرھواڑے میں 32 صفحات پر مشتمل یہ نوٹ سپرد قلم فرمایا اور وائسرائے کو دے دیا نیز قائد اعظم محمد علی جناح کی خدمت میں بھجوا دیا گیا اور یہی نوٹ قرارداد پاکستان کی بنیاد رہا۔''

(حقائق حقائق ہیں مؤلفہ خان عبدالولی خان روزنامہ جنگ 20 فروری 1982ء)

19۔کرپس مشن کے تعطل کے خاتمہ کی کوشش

1942ء میں کرپس مشن کی ناکامی کے بعد آزادی ہند کے معاملہ میں ایک تعطل آ چکا تھا اور دونوں فریق، مسلم لیگ اور کانگریس کسی پیش رفت کے لئے آمادہ نہ تھے۔ یہ تعطل کسی کے لئے خوش آئند نہ تھا بالآخر حضرت مصلح موعود نے 12 جنوری 1945ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں انگلستان اور ہندوستان کو مفاہمت کی تحریک کی اور فرمایا:

''میں انگلستان کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ اور ہندوستان سے صلح کر لو اور ہندوستان کو دعوت دیتا ہوں کہ جاؤ اور انگلستان سے صلح کر لو۔''

(الفضل 17 جنوری 1945ء)

آپ نے یہ پیش خبری بھی کی کہ ''ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ہوا میں اڑنے والی آواز کو بھی لوگوں کے کانوں تک پہنچا دے۔''

(الفضل 17 جنوری 1945ء)

یہ آواز نہ صرف سنی گئی بلکہ اثر پذیر بھی ہوئی۔ اللہ نے اس کے لئے یہ انتظام کیا کہ اوائل 1945ء میں بزرگ احمدی حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت میں انگلستان بھجوائے گئے۔ باوجودیکہ آپ سرکاری نمائندہ تھے آپ نے 19 فروری کو اپنے خطاب میں انتہائی زور دار اور پُرشوکت الفاظ میں حکومت انگلستان کے سامنے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ رکھا کہ ایک تہلکہ مچ گیا۔ اس طرح اس تقریر نے تاریخ آزادی ہند میں ایک سنہری باب کا اضافہ کیا۔

ملک سے سب سیاسی حلقوں نے اس نعرہ آزادی بلند کرنے پر چوہدری ظفراللہ خاں صاحب کو خراج تحسین ادا کیا۔ اخبار انقلاب، لاہور نے ''سر ظفراللہ خاں کی صاف گوئی'' کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا۔ (اخبار انقلاب 22 فروری 1945ء)

اسی طرح اخبار ریاست نے بھی اداریہ لکھا جس کا عنوان تھا ''برطانیہ کے مخلص دوستوں کی آواز۔''

(اخبار ریاست 26 فروری 1945ء)

ایک اور اخبار نے لکھا:

''ایک ایک ہندوستانی کو سر ظفر اللہ خان کا ممنون ہونا چاہئے کہ انہوں نے انگریزوں کے گھر جا کر حق بات کہہ دی۔''

(اخبار پربھارت، 20 فروری 1945ء)

20۔حضرت امام جماعت احمدیہ کا آزادی کا ولولہ

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے انگلستان میں طویل صلح مشورے کے بعد 14 جون 1945ء کو آزادی کا نیا فارمولا پیش کیا۔ حضرت مصلح موعود نے 22 جون 1945ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں ہندوستان کے تمام سیاسی لیڈروں کو اپنے آپس کیا اختلافات کو بھلا کر انگریز حکومت کے صلح کی طرف بڑھتے ہوئے اس ہاتھ کو تھام لینے اور ہندوستان کو آزادی دینے کی پیش کش کو قبول کر لینے کا پیغام دیا تا کہ

''کسی طرح ہندوستان آزاد ہو جائے کسی طرح چالیس کروڑ انسان غلامی کے گڑھے سے نکل آئیں۔'' (خطبات محمود جلد نمبر 26 صفحہ نمبر 241)

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے آپ کے اس خطاب کے چند اقتباس دہرا کر ان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

''یہ الفاظ کس جرأت اور حیرت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کانگریسی تقریروں میں اس سے زیادہ نہیں ملتے۔ چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کرانے کا ولولہ جس قدر خلیفہ جی کی اس تقریر میں پایا جاتا ہے وہ گاندھی جی کی تقریر میں نہیں ملے گا۔''

(اخبار اہلحدیث امرتسر 6 جولائی 1945ء)

21۔انتخابات میں مسلم لیگ کی پرجوش حمایت

انگریز حکومت نے 19 ستمبر 1945ء کو ملک میں انتخابات کروانے کا اعلان کیا اس حوالے سے قائداعظم نے مسلمانان ہند کے نام یہ پیغام دیا کہ

''موجودہ حالات میں انتخابات کو خاص اہمیت حاصل ہے انتخابات ہمارے لئے ایک آزمائش کی صورت رکھتے ہیں۔''

(اخبار انقلاب لاہور 18/اکتوبر 1945ء)

حضرت مصلح موعود نے ان انتخابات کے نتائج کی اہمیت کو محسوس کیا اور اس کے مطابق اپنے ایک مضمون بعنوان 'آئندہ الیکشنوں کے متعلق جماعت احمدیہ کی پالیسی' کے ذریعہ جماعت کو ہدایت دی کہ

''میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہئے تا انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلاخوف تردید کانگریس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ

جماعت ہے اگر ہم اور دوسری مسلمان جماعتیں ایسا نہ کریں گی تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہوجائے گی۔"

اس مضمون کی اشاعت سے پہلے ایک احمدی دوست کے استفسار پر حضرت صاحب نے انہیں بھی یہی ہدایت فرمائی۔ یہ خط اور آپ کے جواب کی نقول متعلقہ جماعتی شعبہ نے قائداعظم کی خدمت میں بھی بھجوائیں۔اس حمایت کی اہمیت کے پیش نظر قائداعظم نے اس خط و کتابت کو از خود پریس کو جاری کردیا جس میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی ایک احمدی کو یہ ہدایت درج تھی کہ

"آپ کو موجودہ انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کرنی چاہئے اوران سے تعاون کے تمام ممکنہ ذریعوں کو بروئے کار لانا چاہئے۔"

یہ خط و کتابت انگریزی اخبار ڈان دہلی میں 8/اکتوبر 1945ء کو دہرے عنوان کے تحت یوں شائع ہوئی۔

Ahmadiyya Community To Support Muslim League.

Qadian Leader's Guaidance.

Quetta, Oct 7 - Mr. M . A. Jinnah has released the following correspondance to the press.

ترجمہ: جماعت احمدیہ مسلم لیگ کی حمایت کرے گی۔امام جماعت احمدیہ قادیان کی ہدایت

کوئٹہ 7/اکتوبر۔جناب محمد علی جناح نے درج ذیل خط وکتابت پریس کو بھجوائی ہے۔

حمایت کا پریس میں ذکر:

حمایت کے اس اعلان کی اہمیت کے پیش نظر اس کا کئی طرح ذکر ہوا:

i۔مشہور مورخ سید رئیس احمد جعفری نے کئی مخالف مسلمانوں کے برخلاف احمدیوں کی پاکستان کی اس حمایت کا ذکر کر کے یہ شعر دہرایا جو حقائق کا ایک خوبصورت اظہار ہے:

کامل اس فرقۂ زہّاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

(قائداعظم اوران کا عہد صفحہ 422)

ii۔احمدیوں کی مسلم لیگ کی اس حمایت کا ذکر ایک پاکستان مخالف مذہبی جماعت نے ان الفاظ میں کیا:

"صرف مسلم لیگ پارٹی ہی ایسی پارٹی تھی جس کے ساتھ مرزائیوں کو کچھ توقعات تھیں کیونکہ سر ظفراللہ خان مرزائی 1931ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر رہ چکے تھے ...... پاکستان کا مطالبہ شروع ہوا......مرزا محمود اور اس کی پراپیگنڈا ایجنسی نے مسٹر جناح سے خط وکتابت کی ......مسٹر جناح نے مرزائیوں کو مسلم لیگ میں شامل کرلیا......سال 1945ء میں جب ویول کانفرنس کے بعد انتخابات کا زمانہ شروع ہوا تو مرزائیوں اور لیگیوں میں خفیہ ساز باز شروع ہوئی۔۔مرزا محمود خلیفۂ قادیان نے اکتوبر کے مہینے میں ایک اہم اعلان کیا۔۔اس کے بعد مسٹر جناح نے کوئٹہ میں تقریر کی اور مرزا محمود کی پالیسی کو سراہا اس کے بعد سنٹرل اسمبلی کے الیکشن ہوئے تو تمام مرزائیوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیئے۔"

(مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی پر مختصر تبصرہ از مجلس احرار اسلام قادیان، صفحہ نمبر 18-19، مطبوعہ اکتوبر 1946ء)

iii۔شائد اسی کے پس منظر میں قائداعظم نے اپنے ساتھی اور قدیم مسلم لیگی سردار شوکت حیات کی زبانی حضرت امام جماعت احمدیہ کو ان انتخابات میں دعا کی درخواست اور امداد کے لئے پیغام بھجوایا۔ یہ واقعہ پہلی باران کی کتاب The Nation that lost its soul سے ظاہر ہوا جو 1995ء میں شائع ہوئی۔سردار صاحب نے لکھا:

ترجمہ: ایک دفعہ مجھے قائداعظم کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ شوکت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جارہے ہو اور میرا خیال ہے کہ قادیان بٹالہ سے پانچ میل دور ہے۔مہربانی کر کے تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب سے مل کر میری طرف سے انہیں پاکستان کے لئے دعا اور مدد کی درخواست کرو۔

(بحوالہ رسالہ خالد ربوہ اگست 1997ء صفحہ 25)

22۔عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت کے لئے کوشش

انگریز حکومت کی جانب سے 16 جون 1946ء کو ملک میں ایک عارضی حکومت کے قیام کا اعلان کیا گیا۔مسلم لیگ نے یہ دعوت قبول کرلی۔مگر کانگریس نے اسے رد کردیا۔وائسرائے ہند نے حسب اعلان بجائے مسلم لیگ کو حکومت سازی کا موقع دینے کے اپنی دعوت کو واپس لے لیا۔مسلم لیگ نے جواباً اپنی رضامندی منسوخ کردی۔اس پر وائسرائے نے پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے تحت کانگریس کو تشکیل حکومت کی دعوت دے دی جو قبول کرلی گئی اور 2 ستمبر 1946ء میں عبوری حکومت کا چارج سنبھال لیا اور مسلم لیگ کے لئے آبرومندانہ طور پر حکومت میں داخلہ کا امکان نہ رہا۔

اس نازک موقع پر یہ مسئلہ بھی حضرت امام جماعت احمدیہ کے ناخن تدبیر سے حل ہوا آپ نے 22 ستمبر سے 14/اکتوبر 1946ء تک دہلی میں قیام کرکے قائداعظم اور دیگر مسلم لیڈروں سے ملاقات، گاندھی اور نہرو سے تبادلۂ خیالات کیا اور وائسرائے ہند لارڈ ویول کو تین بار خط لکھے اور توجہ دلائی کہ انہیں اس معاملہ کو خود اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے۔ بالآخر یہ دانش مندانہ تدابیر کامیابی سے ہمکنار ہوئیں اور وائسرائے نے اصلاح احوال کے لئے قدم اٹھایا اور مسلم لیگ نے عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کرلیا اور یوں یہ مشکل مسئلہ آپ کی توجہات اور دعاؤں کے نتیجے میں حل ہوا۔

(تفصیلات تاریخ احمدیت جلد 9)

23۔خضر وزارت کے استعفیٰ کی کامیاب کوشش

اوائل 1947ء میں برطانوی حکومت کے اقتدار منتقل کرنے کا منصوبہ پر پہلے صوبوں میں عمل ہونا تھا۔اس وقت صوبہ پنجاب میں مسلم لیگ کے بجائے Unionist وزارت قائم تھی اور اس سبب اس صوبہ کی پاکستان میں شمولیت بڑی مخدوش تھی۔ قائداعظم کے مشورے پر پنجاب کے مسلم لیگی اکابر یونینسٹ حکومت کے وزیراعظم سر خضر حیات خان صاحب سے مذاکرات کرچکے تھے جو بے نتیجہ رہے۔یوں سر خضر حیات کے استعفیٰ کا یہ معاملہ بہت اہمیت اختیار کر گیا تھا اور پھر حضرت امام جماعت احمدیہ کی راہنمائی میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی کوشش سے حل ہوا۔

حضرت چوہدری صاحب لاہور آئے اور ملک خضر حیات صاحب سے مل کر مستعفی ہونے اور پاکستان کے لئے راستہ صاف کرنے کی تحریک کی۔

آپ کی تحریک پر 2 مارچ 1947ء کو خضر حیات خان صاحب وزارت سے مستعفی ہوگئے۔اخبارات نے عام طور پر اس کی خبر دی۔

اخبار Tribune نے 5 مارچ 1947ء کو لکھا:

"معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات خان صاحب نے یہ فیصلہ سر محمد ظفراللہ خان صاحب کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق کیا ہے۔"

ملاپ نے 20 فروری 1951ء کے اخبار میں لکھا:

"یہ ایک واضح بات ہے کہ چوہدری ظفراللہ خان نے خضر حیات کو مجبور کر کے اس سے استعفیٰ دلایا۔خضر حیات کا استعفیٰ مسلم لیگ کی وزارت بننے کا پیش خیمہ تھا۔"

بعد میں حکومت برطانیہ کی طرف سے جو دستاویزات Transfer of Power نامی جلدوں میں شائع کی گئیں ان میں درج ذیل مکتوب بھی شامل ہے جو گورنر پنجاب Sir Evan M. Jenkins نے اسی دن وائسرائے ہند Field Marshal Wavell کو اس تاریخی واقعہ کے بارے میں لکھا:

"Para. 4 - On the morning of 2nd March (1947).... he (Khizar) said (to me) that he had consuted Zafrulla ... and had come to the conclusion that the Muslim League must be brought up against reality without delay...."

ترجمہ: 2 مارچ 1947ء کی صبح خضر (حیات خاں) نے مجھے بتایا کہ وہ ظفراللہ (خاں) سے مشورہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مجھے (استعفیٰ دے کر) بلا تاخیر مسلم لیگ کو حقائق کا سامنا کرنے کا موقع دینا چاہئے۔

(اصل خط کے عکس کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ خالد ربوہ گولڈن جوبلی پاکستان نمبر اگست 1997ء صفحہ 31)

اس واقعہ پر پر قائداعظم اور مسلمانان ہند نے جشن مسرت منایا۔قائداعظم اس مسئلہ کے حل میں جماعت کی مدد کے معترف رہے۔چنانچہ واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جماعت کے ناظر امور خارجہ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب قائداعظم سے ملے تو انہوں نے جماعت احمدیہ کی اس کوشش کا بہت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ: "آپ نے نہایت آڑے وقت ہماری مدد کی نیز کہا "I can never forget it" میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔

(قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ از مولانا جلال الدین شمس صفحہ 50)

24۔تقسیم پنجاب روکنے کے لئے سکھ حمایت کے حصول کے لئے کوشش

3 جون 1947ء کے برطانوی اعلان میں پنجاب کی تقسیم کی تجویز بھی تھی۔اس معاملہ میں بظاہر سکھوں کا مفاد پیش نظر رکھا گیا تھا۔حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنی دوراندیشی سے اس موقع پر سکھ قوم کو مخاطب کرنا مناسب خیال کیا اور "سکھ قوم کے نام دردمندانہ اپیل" کے عنوان سے 17 جون 1947ء کو ایک ٹریکٹ لکھا۔جو دس ہزار کی تعداد میں اردو اور گورمکھی میں شائع کیا گیا۔آپ کی یہ تجویز فہم و تدبر اور سیاسی بصیرت و فراست کا شاہکار ہے آپ نے اپنے اس مضمون میں اعداد وشمار اور دلائل سے سکھوں پر یہ واضح کیا کہ انہیں پنجاب کی تقسیم سے کیا کیا نقصان ہوگا اور انہیں مشورہ دیا کہ اپنے مفاد میں وہ قائداعظم اور مسلم لیگ سے سمجھوتا کرلیں اور اس یقینی نقصان سے بچ جائیں۔

(اس ٹریکٹ کے پورے متن کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت)

25۔باؤنڈری کمیشن میں مسلم حقوق کی حفاظت کے لئے جدوجہد

3 جون 1947ء کو برطانوی حکومت نے بنگال اور پنجاب کی تقسیم کے فیصلہ کا اعلان کیا اور 30 جون کو اس تقسیم کے لئے حدبندی کمیشنوں کا اعلان کردیا گیا۔کمیشن کے 14 جولائی کے پہلے اجلاس میں 15 اضلاع متنازعہ قرار دے دیئے گئے جن میں گورداسپور اور لاہور کے اضلاع بھی شامل تھے جبکہ 3 جون کے اعلان کے مطابق یہ مسلم ضلع تھے۔ جماعت احمدیہ نے اس حوالہ سے مسلم حقوق کی

حفاظت کے لئے غیر معمولی جدوجہد کی جس کی کسی قدر تفصیل درج ذیل ہے:

i۔سب سے اول اس تقسیم میں مسلمانوں کے مفاد میں بہترین فیصلہ کوممکن کرنے کے لئے حضرت مصلح موعود نے حیرت انگیز تیاری کی۔اس مقصد کے لئے ایک دفتر قائم کر کے پنجاب کی مردم شماری کے تفصیلی اعداد وشمار جمع کرنے اور متعلقہ ضروری تیاری کا اہتمام فرمایا۔جو دستاویز جمع کی گئیں ان میں ایک

Frontier Settlement between Turkey & Iraq Recommended by league of Nation Commission on Turkey - Iraq Boundry 1924-26

یعنی ترکی عراق حد بندی کے متعلق لیگ آف نیشنز کمیشن 24-1926 کی سفارشات کامکمل متن تھا۔ نیز اس معاہدہ کا متن بھی جو 1926ء میں کُردوں کے متعلق برطانیہ اورعراق کے مابین قرار پایا۔ پھر آپ نے جماعت کے بیرونی مشنز کو بین الاقوامی قانون حد بندی سے متعلق لٹریچر بھجوانے اور کوئی خصوصی ماہر کی تلاش اوراس کی فیس کے تعین کی بھی ہدایات بھجوائیں۔ یہ سب ایک نا قابل یقین پیش بندی کا مظہر تھا۔

یہ باؤنڈری لٹریچر امریکہ اور برطانیہ سے بذریعہ ہوائی جہاز منگوایا گیااور ایک ماہر برطانوی جغرافیہ دان ڈاکٹر Dr. Oscar H.K. Spate کواپنے خرچ پر بلوایا گیا۔

ii۔تقسیم پنجاب کے ضمن میں آپ نے قائد اعظم کو اپنے ایک مکتوب تحریر فرمودہ 11/اگست 1947ءمیں یہ پیغام بھی بھجوایا:

’’بے شک آپ ستلج پر اصرار کریں لیکن یہ ساتھ ہی کہہ دیں اگر ہمیں بیاس سے پرے دھکیلا گیا تو ہم نہ مانیں گے اور واقعہ میں نہ مانیں تب کامیاب ہوں گے۔‘‘

iii۔دوسری طرف مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے قائد اعظم نے ایک بزرگ احمدی حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو مقرر فرمایا۔جن کی اعلیٰ کارکردگی کا کھلے دل سے اعتراف کیا گیا:

کمیشن کے اختتام پر حمید نظامی صاحب نے لکھا:

’’سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت مدلل، نہایت فاضلانہ اور نہایت معقول بحث کی......جس خوبی اور قابلیت کے ساتھ آپ نے مسلمانوں کا کیس پیش کیا اس سے مسلمانوں کو اتنا اطمینان ضرور ہو گیا کہ ان کی طرف سے حق وانصاف کی بات ...... پہنچا دی گئی ہے...... ہمیں یقین ہے کہ پنجاب کے سارے مسلمان بلالحاظ عقیدہ ان کے اس کام کے معترف اور شکرگزار ہوں گے۔‘‘

(اخبار نوائے وقت لاہور، یکم اگست 1947ء)

سب سے بڑھ کر سراہنے والے خود قائد اعظم تھے جن کے خراج تحسین کا حال معروف صحافی منیر احمد منیر صاحب نے یوں بیان کیا:

’’قائد اعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے مقرر کیا تھا اور جب چوہدری ظفر اللہ خاں یہ کیس پیش کر چکے تو قائد اعظم نے انہیں شام کے کھانے کی دعوت دی اور انہیں معانقہ کا شرف بخشا جو قائد اعظم کی طرف سے کرہ ارض پر بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ معانقہ کرنے کے بعد قائد اعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں سے کہا میں تم سے بہت خوش ہوں اور تمہارا ممنون ہوں کہ جو کام تمہارے سپرد کیا گیا تھا تم نے اسے اعلیٰ قابلیت اور نہایت احسن طریق سے سرانجام دیا۔‘‘

(روزنامہ خبریں لاہور 7 جون 2003ء)

بعد میں فسادات پنجاب کی رپورٹ لکھتے ہوئے جسٹس محمد منیر صاحب نے جو باؤنڈری کمیشن کے ایک رکن تھے لکھا:

’’عدالت ہذا کا صدر جو اس کمیشن کا ممبر تھا اس بہادرانہ جدوجہد پر تشکر وامتنان کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے جو چوہدری ظفر اللہ خاں نے گورداسپور کے معاملے میں کی تھی۔ یہ حقیقت باؤنڈری کمیشن کے کاغذات سے ظاہر و باہر ہے اور جس شخص کو اس مسئلے سے دلچسپی ہو وہ شوق سے اس ریکارڈ کا معائنہ کرسکتا ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں نے مسلمانوں کی نہایت بے غرضانہ خدمات انجام دیں۔ان کے باوجود بعض جماعتوں نے عدالت تحقیقات میں ان کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ شرمناک ناشکرے پن کا ثبوت ہے۔‘‘

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے فسادات پنجاب 1953ء صفحہ 209، مطبوعہ انصاف پریس، لاہور)

iv۔کانگریس نواز مسلم علماء احمدیوں کو غیر مسلم کہتے تھے اور اگر ہندو اور سکھ کمیشن کے سامنے یہ سوال اٹھاتے تو یہ ضلع مجموعی طور پر غیر مسلم قرار پاتا۔اس لئے مسلم لیگ اپنے وقت میں جماعت احمدیہ کو کمیشن کے سامنے علیحدہ محضرنامہ پیش کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ جماعت نے بہت محنت، وقت اور پیسہ خرچ کر کے ایک علیحدہ محضرنامہ پیش کیا۔ جو ایک انتہائی جامع اور مستند دستاویز تھی اور جس میں بطور ضمیمہ چھ اہم نقشے بھی شامل تھے جنہیں باونڈری ایکسپرٹ مسٹر سپیٹ کی رہنمائی میں نہایت محنت و کاوش سے تیار کیا گیا تھا۔

جماعت کی اعلیٰ خدمات کا اعتراف

مسلم لیگ کو مضبوط بنانے میں جماعت نے مجموعی طور پر جو اخلاقی، آئینی اور مالی اعانت کی اس کا اعتراف اس زمانے میں دوسروں نے بھی کیا۔ بطور مثال ایک حوالہ درج ذیل ہے:

’جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ احمدی جماعت مسلم لیگ کے طرز عمل کی حامی ہے چنانچہ ذمہ دار احمدیوں سے تبادلۂ خیالات کرنے کے بعد ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ان لوگوں نے مسلم لیگ کے مقاصد کو تکمیل کی خاطر ہزار ہا روپیہ خرچ کرنے کے علاوہ اپنی تمام کوششیں مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے وقف رکھی ہوئی ہیں‘۔

(سیر قادیان از ارجن سنگھ عاجز ایڈیٹر اخبار رنگین امرتسر صفحہ 26,25)

تحریک پاکستان میں مذہبی جماعتوں کا مخالفانہ رویہ ان مجاہدانہ اور سرفروشانہ خدمات سے بالکل الٹ تھا جو جماعت احمدیہ پاکستان کے لئے کرتی رہی۔ تاہم انجام کار پاکستان کے قیام سے جماعتی موقف کی جیت ہوئی۔ مذہبی جماعتوں کی تمام مخالفت پاکستان بننے کو نہ روک سکی۔ جماعت کے بالمقابل ان کی یہ ناکامی ہی وہ بنیادی سبب تھا جس نے پاکستان بننے کے بعد ان سب نے جماعت احمدیہ کو اپنی مخالفت کا نشانہ بنالیا اور سیاست کی راہ سے جماعت کی مخالفت کا بازار گرم رکھا۔

1953ء کے بعد احمدیوں کے خلاف 1974ء اور 1984ء کے بڑے ہنگامے مخالفین کے اس طریق کار پر مزید گواہ ہیں۔

اس امکان پر کئی صاحبان نظر کی پہلے سے نظر تھی۔ جیسا کہ دہلی کے اخبار ’’ریاست‘‘ کے مدیر نے اس زمانے میں احمدیوں کو یہ دوستانہ انتباہ بھی کیا تھا۔

’’احمدی آج پاکستان کی تائید کر رہے ہیں مگر جب پاکستان قائم ہو گیا تو دوسرے مسلمان ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں گے جو افغان حکومت نے کابل میں احمدیوں کے ساتھ کیا تھا۔‘‘

حضرت مصلح موعود اس ادراک کے باوجود پاکستان کو مسلمانوں کے مجموعی مفاد میں دیکھتے ہوئے اس کی حمایت سے دست کش نہ ہوئے۔ 16 مئی 1947ء کو آپ نے ایک پُر شوکت تقریر فرمائی جس میں مطالبہ پاکستان کی معقولیت اور ضرورت پر روشنی ڈالی نیز اعلان فرمایا کہ

’’مسلمان مظلوم ہیں اور ہم بہر حال مظلوموں کا ساتھ دیں گے خواہ ہمیں تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے۔‘‘

(الفضل 21 مئی 1947ء)

اس ساری تفصیل سے گو یہ لگتا ہے کہ۔

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

لیکن جماعت کی نیک نیتی سے کی گئی یہ ساری خدمات اور تحریک پاکستان کے ہر ہر مرحلہ میں حضرت مصلح موعود کی پس پردہ نبض کی طرح متحرک مدبرانہ راہنمائی، دانش اور دعائیں ہرگز رائیگاں نہ جائیں گی اور بالآخر حق حقدار کو ملے گا۔ یہ ملک ہم نے بنایا ہے اور یہ ہمارا رہے گا۔

❁❁❁❁❁❁

صوبہ سرحد کی پاکستان میں شمولیت

3 جون 1947ء کو جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کے منصوبے کا اعلان کیا تھا تو اس میں واضح کیا گیا تھا کہ بنگال اور پنجاب کی مجالس دستور ساز کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا جو مسلم اور غیر مسلم اکثریت کے نمائندوں پر مشتمل ہوں گی اور وہ علیحدہ علیحدہ طور پر پاکستان میں شمولیت یا عدم شمولیت کا فیصلہ کریں گی۔ صوبہ سندھ کی شمولیت یا عدم شمولیت کا فیصلہ اس کی دستور ساز اسمبلی اور بلوچستان کا فیصلہ اس کا شاہی جرگہ کرے گا جبکہ صوبہ سرحد اور سلہٹ میں یہی فیصلہ استصواب رائے یا ریفرنڈم کے ذریعہ عوام سے براہ راست حاصل کیا جائے گا۔

چنانچہ بنگال اور پنجاب کی اسمبلیوں کے اجلاس ہوئے اور طے پایا کہ یہ دونوں صوبے تقسیم کئے جائیں گے۔ صوبہ سندھ میں اسمبلی کے ارکان کی اکثریت نے پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کیا، بلوچستان کے شاہی جرگے اور کوئٹہ میونسپلٹی کے غیر سرکاری ارکان نے متفقہ طور پر پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ سلہٹ میں استصواب رائے ہوا اور کثرت رائے نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اب فقط شمال مغربی سرحدی صوبہ کا مسئلہ رہ گیا تھا کہ وہ پاکستان میں شمولیت اختیار کرے گا یا بھارت کے ساتھ رہنا پسند کرے گا۔

صوبہ سرحد میں عرصہ سے کانگریسی حکومت قائم تھی مگر سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان نے اس موقع پر ایک نیا شوشہ چھوڑا اور وائسرائے سے مطالبہ کیا کہ استصواب رائے میں ایک میرا سوال بھی عوام کے سامنے رکھا جائے کہ کیا وہ آزاد پختونستان قائم کرنا چاہتے ہیں۔

مگر ان کی یہ تجویز منظور نہ ہوئی اور فقط اس سوال پر کہ صوبہ سرحد کے عوام پاکستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا بھارت کے ساتھ۔ 6 جولائی 1947ء سے 17 جولائی 1947ء تک استصواب یا ریفرنڈم ہوا۔ 20 جولائی 1947ء کو اس استصواب کے نتائج کا اعلان کیا گیا۔ جس کے مطابق 289`244 رائے دہندگان نے پاکستان کے حق میں اور فقط 2874 نے خلاف ووٹ دیئے یوں غیور پٹھانوں کا یہ صوبہ پاکستان کا حصہ بن گیا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صوبہ سرحد کے اس ریفرنڈم کے لئے کانگریس کے مطالبہ پر لیفٹیننٹ جنرل لوک ہارٹ کو بطور خاص صوبہ سرحد کا گورنر بنایا گیا تھا جبکہ ایک انگریز بریگیڈیئر جے بی بوتھ کے ماتحت چالیس انگریز فوجی افسران نگرانی کے فرائض انجام دے رہے تھے اور بحیثیت مجموعی نگرانی خود لارڈ ماؤنٹ بیٹن کر رہا تھا۔

یہ ریفرنڈم 6 جولائی 1947ء سے 17 جولائی 1947ء تک جاری رہا تھا اور اس کے نتائج کا اعلان 20 جولائی 1947ء کو کیا گیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان کا تاریخ وار عوامی انسائیکلوپیڈیا

پاکستان کرونیکل

14 اگست 1947ء تا 31 مارچ 2010ء

تحقیق و تالیف:
عقیل عباس جعفری

ورثہ
فضلی سنز

ایشیائی کھیلوں میں پاکستان کی فتوحات

پاکستان کی ہاکی ٹیم وکٹری اسٹینڈ پر

اگست' ستمبر 1962ء میں ایشیائی کھیل انڈونیشیا کے صدر مقام جکارتہ میں منعقد ہوئے تھے۔ یہ ایشیائی کھیل پاکستان کے حوالے سے اس لحاظ سے بڑے یادگار تھے کہ ان میں پاکستان نے مجموعی طور پر 28 تمغے جیتے۔ آج تک پاکستان کسی اور بین الاقوامی مقابلے میں اتنے تمغے نہیں جیت سکا ہے۔

پاکستان نے ایتھلیٹکس کے مقابلوں میں 2 طلائی' 3 نقرئی اور 2 کانسی کے تمغے حاصل کیے۔ کشتی میں 3 طلائی' 7 نقرئی اور 4 کانسی کے تمغے جیتے۔ باکسنگ میں 2 طلائی' 1 نقرئی اور 2 کانسی کے تمغے جیتنے میں کامیاب ہوا۔ ایک کانسی کا تمغہ والی بال میں جیتا اور ایک طلائی تمغہ ہاکی کے میدان میں حاصل کیا۔ یوں پاکستان نے مجموعی طور پر 8 طلائی' 11 نقرئی اور 9 کانسی کے تمغے جیتے۔

3 ستمبر کو ہاکی کے فائنل میں پاکستان کا مقابلہ حسب روایت بھارت سے ہوا۔ پاکستان اس سے پہلے 1958ء کے ایشیائی اور 1960ء کے اولمپک کھیلوں میں بھی طلائی تمغہ حاصل کر چکا تھا اس لیے اس کے حوصلے بہت بلند تھے۔ اس مرتبہ اس نے بھارت کو صفر۔2 سے شکست دی۔ یہ گول کپتان منظور حسین عاطف اور سینٹر فارورڈ عبدالوحید نے بنائے تھے۔

چوہدری ظفر اللہ خان اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے

سرظفر اللہ خان، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی صدارت کرتے ہوئے

18 ستمبر 1962ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا سترہواں سالانہ اجلاس شروع ہوا تو اس اجلاس سے پہلے ہی طے پا چکا تھا کہ اس مرتبہ جنرل اسمبلی کی صدارت کے لیے کسی ایشیائی شخصیت کو منتخب کیا جائے گا چنانچہ اس عہدے کے لیے اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب سرظفر اللہ خان اور سیلون (موجودہ سری لنکا) کے مستقل مندوب پروفیسر ملالا سیکرا کے درمیان مقابلہ ہوا۔ سرظفر اللہ خان نے 72 اور پروفیسر ملالا سیکرا نے 27 ووٹ حاصل کیے۔ یوں اس عہدے پر سرظفر اللہ خان منتخب قرار دے دیے گئے۔ سرظفر اللہ خان اس منصب پر فائز ہونے والے پہلے اور تادم تحریر واحد پاکستانی تھے۔

سرظفر اللہ خان کے عہد صدارت میں جنرل اسمبلی کے سترہویں سالانہ اجلاس میں اقوام متحدہ کی رکنیت میں چھ اراکین کا اضافہ ہوا۔ ان اراکین میں سب سے اہم ملک الجزائر تھا۔ اس اجلاس کی ایک اہم بات یہ بھی تھی کہ اس اجلاس سے پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل ایوب خان نے بھی خطاب کیا۔

سرظفر اللہ خان جنرل اسمبلی کی صدارت پر ستمبر 1963ء تک فائز رہے اس کے بعد وہ ایک مرتبہ پھر عالمی عدالت کے جج منتخب ہوئے بعدازاں وہ اس عدالت کی صدارت پر بھی فائز رہے۔

یکم اکتوبر 1954ء : 2 صفر 1374ھ
29 اکتوبر 1954ء : یکم ربیع الاول 1374ھ

سرظفر اللہ خاں عالمی عدالت کے جج منتخب ہوئے

سرظفر اللہ خان عالمی عدالت میں

نومبر 1953ء میں عالمی عدالت کے ایک جج سر بی این راؤ جن کا تعلق بھارت سے تھا انتقال کر گئے۔ ان کی جگہ پوری کرنے کے لیے اقوام متحدہ نے مختلف ممالک سے کہا کہ وہ موزوں امیدواروں کے نام اقوام متحدہ کو بھیج دیں۔

پاکستان نے اس سلسلے میں سرظفر اللہ خان کو اور بھارت نے مسٹر جسٹس پال کو اپنا نمائندہ نامزد کیا۔ 7 اکتوبر 1954ء کو سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی میں پولنگ ہوئی۔ نتیجہ سرظفر اللہ خان کے حق میں نکلا۔ سلامتی کونسل میں ان کے حق میں 5 کے مقابلے میں 6 ووٹ اور جنرل اسمبلی میں 29 کے مقابلے میں 33 ووٹ آئے اور یوں وہ عالمی عدالت کے جج منتخب ہو گئے۔

سرظفر اللہ خان اس سے قبل 30 جون 1954ء کو پاکستان کی وزارت خارجہ سے مستعفی ہو چکے تھے اور اپنے انتخاب کے وقت اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کی قیادت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

میں اور میرا پاکستان

امیر عبداللہ خاں روکڑی

جنگ پبلشرز

دولتانہ کا کردار

اس لیڈر شپ کا جس کا میں نے ذکر کیا ہے' اس میں ملک غلام محمد اور دوسرے ساتھی بھی شامل تھے' جو ممتاز دولتانہ کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلاتے تھے' اسے آپ دولتانہ کی کمزوری سمجھیں یا خود غرضی۔ اس کے کان میں یہ کہہ دیتے تھے کہ ملک کے آئندہ سربراہ آپ ہیں۔ اسے مختلف طریقوں سے استعمال کیا گیا اس نے پے درپے غلطیاں کیں 1953ء کی تحریکِ احمدیت یا تحریک ختم نبوت کے نام سے جو تحریک چلائی گئی اس کے پس پردہ بھی کچھ ایسے ہی محرکات تھے کیونکہ تحریک احمدیت تو اسی دن سے ہی شروع ہوئی جس دن سے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کی تحریک آج تک مسلمانوں میں موجود ہے۔ پاکستان بننے کے بعد ہمارے پہلے وزیر خارجہ سر ظفراللہ تھے جو قادیانی تھے اور خواجہ ناظم الدین کے زمانہ میں بھی یہ ہی وزیر خارجہ تھے۔ ہم انکی کامیاب پالیسیوں کی بنا پر دنیا میں روشناس ہوئے وہ پاکستان کے لئے کامیاب ترین وزیر خارجہ تھے انکا علمی اور سیاسی شعور بے پناہ تھا۔ خواجہ ناظم الدین وزارت میں پھُوٹ ڈالنے اور خواجہ ناظم الدین کو کمزور کرنے کے لئے پنجاب سے تحریک شروع کی گئی کہ سر ظفراللہ کو ہٹایا جائے کہ یہ شخص طویل عرصہ تک اس وزارت پر کیوں بیٹھا ہوا ہے۔ عقیدہ کے لحاظ سے میرا اختلاف ہے لیکن بحیثیت وزیر خارجہ انہوں نے بہت اچھا کام کیا اور مسلم لیگ کے دور میں ہمیشہ اقلیتوں کے حقوق کو ترجیح دی گئی وہ اقوام متحدہ میں عالمی عدالت کے جج بھی رہے اور بحیثیت پاکستانی ہمیں ان پر فخر ہے۔ منڈل کو بھی وزارت دی گئی تھی پنجاب سے تحریک شروع کرنے کے بعد اس وقت کے کمانڈر انچیف فیلڈ مارشل ایوب خان کو کہا گیا کہ ملک میں مارشل لاء لگا دیا جائے لیکن ایوب خان نے ملک بھر میں مارشل لاء لگانے سے انکار کر دیا اس وقت لاہور کے آفیسر کمانڈنگ جنرل اعظم خان تھے' انہوں نے لاہور میں مارشل لاء لگایا۔ بیوروکریسی وغیرہ کا خیال تھا کہ پورے ملک میں مارشل لاء لگوا دیا جائے تاکہ مشرقی پاکستان سے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین وزارت چھوڑ دیں اور دولتانہ کو وزارت عظمیٰ مل جائے لیکن جب جنرل اعظم نے لاہور میں مارشل لاء لگا دیا تو ممتاز دولتانہ جو اپنے آپ کو بڑا بہادر کہتا تھا، ان کی پوری کیبنٹ نے پنجاب کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا اور یہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد سر ظفراللہ کو نکال دیا گیا اور مارشل لاء کے بعد تحریک بھی ختم ہو گئی تھی۔

دولتانہ بہت بزدل تھے اس سے پہلے کہ وہ پستول چلائیں' دوسروں کو دیکھ کر پہلے ہی پھینک دیتے جب انہیں مارشل لاء کا پروانہ دکھایا گیا تو پوری کیبنٹ کی میٹنگ ہو رہی تھی جب مارشل لاء والے آئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے بھی پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی اور فوراً ہی اس پر دستخط کر دیئے اور میرا خیال ہے کہ وہ ملک سے باہر جانے کے لئے بھی لاہور سے نکل گئے تھے مگر انہیں کراچی سے واپس پنجاب

اشفاق سائیکل اینڈ موٹر سائیکل سپیئر پارٹس سٹور

ہمارے پاس ہر قسم کے سائیکل کی ورائٹی موجود ہے۔ اینڈ موٹر سائیکل سپیئر پارٹس

Tel:047-6213652
Mob: 0331-9775913

سٹائلش بوتیک اینڈ سٹیچنگ

ٹھہریئے ٹھہریئے! آپ کو لاہور اور فیصل آباد جانے کی ضرورت ہرگز نہیں۔ اب آپ کو ملے آپ کے شہر ربوہ میں اپنی ہی چھت کے نیچے اعلیٰ معیار اور مناسب قیمت۔ ہمارے ہاں تمام Designers کے سوٹ اور لان کے Replica نہایت مناسب قیمت پر دستیاب ہیں۔ نیز اپنی مرضی کا کوئی بھی سوٹ آرڈر پر منگوائیں مناسب قیمت پر عمدہ سلائی کے لئے تشریف لائیں

معیار جو آپ چاہیں

047-6214744, 0300-770014: گودام ربوہ مبشر مارکیٹ ریلوے روڈ

New Haven Public School

Multan

Tel:061-6779794,061-6563536

قائداعظم اور ان کا عہد

حیات محمد علی جناح

رئیس احمد جعفری

تعارف

مولانا عبدالماجد دریا بادی

مقبول اکیڈمی شاہراہ قائداعظم لاہور

اصحاب قادیان اور پاکستان

اب ایک دوسرے بہت بڑے فرقہ 'اصحاب قادیان کا مسلک اور رویہ پاکستان کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے۔ حقائق ذیل سے اندازہ ہو جائے گا کہ اصحاب قادیان کی دونوں جماعتیں یعنی احمدیہ اور قادیانی مسلم لیگ کی مرکزیت' پاکستان کی افادیت اور مسٹر جناح کی سیاسی قیادت کی معترف اور مداح ہیں۔

جماعت احمدیہ (لاہور) کے امیر جناب مولانا محمد علی صاحب۔ جن کا مشہور انگریزی ترجمہ قرآن عالمگیر شہرت کا حامل ہے۔ نے ۹ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو متعدد اردو روزناموں کو حسب ذیل تار ارسال فرمایا:۔

"آئندہ انتخابات میں جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے تمام اصحاب مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دیں' اور ان کی ہر ممکن مدد کریں' کیونکہ موجودہ وقت بہت نازک ہے اور اگر مسلم لیگ کو شکست ہو گئی تو مدتوں کے لئے مسلمانوں کی قسمت تاریک ہو جائے گی۔"

مرزا محمود احمد صاحب کا بیان

قادیانی گروہ کے امام جماعت" مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۱۴ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ایک طویل بیان اس سلسلہ میں شائع فرمایا جس کے جستہ جستہ حصے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

"کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے مفاد کا دیانتداری سے خیال رکھنا یا ایسا کرنے کا دعویدار ہونا اسے اس کی نیابت کا حق نہیں دے دیتا کیا کوئی وکیل کسی عدالت میں اس دعوے کے ساتھ پیش ہو سکتا ہے کہ میں مدعی یا مدعا علیہ کے وکیل سے زیادہ سمجھدار ہوں اور دیانتداری سے اس کے حقوق کو پیش کر سکوں گا۔ کیا کوئی عدالت اس وکیل کے ایسے دعوے کو باوجود سچا سمجھنے کے قبول کر سکے گی؟ اور کیا اس قسم کی اجازت کی موجودگی میں ڈیموکریسی ڈیموکریسی کہلا سکتی ہے؟"

آگے چل کر موصوف فرماتے ہیں:۔

"کانگرس کے اس اعلان نے کہ اب وہ مسلم لیگ سے بات نہیں کرے گی بلکہ مسلمان افراد سے خطاب کرے گی۔ میرے جذبات کو بالکل بدل دیا۔ اور میں نے محسوس کیا کہ جو لوگ دروازہ سے داخل ہونے میں ناکام رہے ہیں اب وہ سرنگ لگا کر داخل ہونا چاہتے ہیں اور اس کے معنی مسلم لیگ کی تباہی کے نہیں بلکہ مسلم کیریکٹر اور مسلم قوم کی تباہی ہے' پس اسی وقت سے میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک یہ صورت حالات نہ بدلے ہمیں مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہیئے۔"

جناب موصوف نے اپنی جماعت کے اصحاب کو ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آئندہ انتخابات میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی پالیسی کی تائید کرنی چاہیئے تاکہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلا خوف تردید کانگرس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے اگر ہم اور دوسری جماعتیں ایسا نہ کریں گی تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی۔ اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہو گی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا مسلمانوں کو لگے گا کہ اور چالیس پچاس سال تک ان کا سنبھلنا مشکل ہو جائے گا۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی عقلمند آدمی اس حالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لینے کو تیار ہو۔ پس میں اس اعلان کے ذریعہ تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر پورے زور اور قوت کے ساتھ آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کی مدد کریں۔"

یونینسٹوں کے بارے میں جناب مرزا صاحب نے فرمایا:۔

"جب تک یونینسٹ پارٹی' اپنی پالیسی کی ایسی وضاحت نہیں دیتی جس سے اس کا مسلم لیگ کی مرکزی پالیسی سے پورا تعاون اور تائید ثابت ہو اور جس کے بعد شملہ کانفرنس والے حالات کا اعادہ ناممکن ہو جائے میں سمجھتا ہوں کہ کسی احمدی کو یونینسٹ ٹکٹ پر کھڑا نہیں ہونا چاہیئے۔"

مسلم قوم کی مرکزیت' پاکستان' یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی تائید مسلمانوں کے یاس انگیز مستقبل پر تشویش' عامۃ المسلمین کی صلاح و فلاح نجاح و مرام کی کامیابی' تفریق بین المسلمین کے خلاف برہمی اور غصہ کا اظہار کون کر رہا ہے؟ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جماعت حزب اللہ کا داعی اور امام الہند؟ نہیں' پھر کیا جانشین شیخ الہند اور دیوبند کا شیخ الحدیث؟

وہ بھی نہیں؟ پھر کون؟ وہ لوگ جن کے خلاف "کفر" کے فتووں کا پشتارہ موجود ہے۔ جن کی نامسلمانی کا چرچا گھر گھر ہے۔ جن کا ایمان' جن کا عقیدہ' مشکوک مشتبہ اور محل نظر ہے کیا خوب کہا ہے ایک شاعر نے ؎

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

رئیس احمد جعفری
مصنف: قائداعظم اور ان کا عہد

امیر عبداللہ خاں روکڑی
مصنف: میں اور میرا پاکستان

عقیل عباس جعفری
مصنف: پاکستان کرونیکل

تمام احباب جما ت کو یوم آزادی مبارک ہو

ہم پیارے آقا کی صحت وسلامتی اور درازی عمر کیلئے دعا گو ہیں
نیز حضور انور کی ۰ مت میں دعا کی عا. ۰انہ درخوا ت

منجا ب :

امیر ضلع امراء حلقہ جات و
صدران جما ت ہائے احمدیہ ضلع و
اراکین عاملہ ضلع واراکین جما ت ہائے احمدیہ
سانگلہ ہل ضلع ننکانہ صا ب

اہل وطن کو 14 راگست مبارک ہو

ہم دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے پیارے آقا کی
صحت وسلامتی اور درازی عمر کیلئے دعا گو ہیں۔

امیر ضلع واراکین عاملہ ضلع و
صدران جما ت احمدیہ
ضلع بہاولپور

تمام احباب جما ت ہائے احمدیہ کو یوم آزادی مبارک ہو

ہم پیارے آقا کی صحت وسلامتی اور
درازی عمر کیلئے دعا گو ہیں۔

صدر لجنہ
واراکین عاملہ لجنہ اماء اللہ اور
ضلع ۰ رووال

طا ب دعا: نجمہ قدسیہ

ہم اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے نہا ۔ ہی پیارے حضور کی
صحت وسلامتی اور فعال درازی عمر کے لئے دعا گو ہیں۔

امیر ضلع واراکین عاملہ ضلع و
مربیان ضلع و معلمین ضلع و
صدران جما ت ہائے
احمدیہ ضلع واراکین
جما ت ہائے احمدیہ
ضلع مظفر گ ھ

انتخاب وترتیب: مکرم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب

کتاب دی گریٹ لیڈر جلد اول سے انتخاب

ابتدائی تاریخ پاکستان اور حیات قائداعظم سے متعلق سبق آموز حالات وواقعات

نوٹ: ممتاز اور محقق صحافی ومؤلف منیر احمد منیر نے بڑی عرق ریزی، وسیع مطالعہ اور چوبیس نمایاں شخصیات سے تاریخ ساز انٹرویوز کرنے کے بعد بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی عظیم الشان شخصیت سے متعلق کتاب ''دی گریٹ لیڈر'' کی جلد اول اگست 2011ء میں شائع کی۔
پبلشرز: ماہنامہ آتش فشاں، 78 ستلج بلاک۔ علامہ اقبال ٹاؤن۔ لاہور

سابق سینئر سول سرونٹ این اے فاروقی سے انٹرویو

صحافی منیر احمد منیر کے ایک سوال کے جواب میں این اے فاروقی بتاتے ہیں:

پاکستان بن گیا گورنمنٹ کا سارا بندوبست ریسیپشن کا، اکاموڈیشن کا، یہاں تک کہ قالین، فرنیچر اور قائداعظم کی تصویریں تک مہیا کیں کہیں سے۔ دن رات کام ہوا۔ رات کو بجلی لگا کر کنسٹرکشن کا کام کیا گیا۔ ایک دم ہندو سکھ کام کرنے والے چلے گئے۔ سکھ تھے کارپینٹر بہت سارے، وہ ایک دم بھاگ گئے۔ ٹائم لمٹ ایسا تھا کہ سمجھئے 24 جون کو میرے ذمے لگا کہ تم بندوبست کرو پاکستان گورنمنٹ کے لئے رہائش اور مکانوں کا اور دفتروں کا سارا بندوبست تم کرو۔ اخیر جولائی میں ایک مہینے کے بعد پہلی ٹرین آگئی۔ پھر جو چلے تو اگست کا سارا مہینہ ٹرینیں آتی رہیں۔ میں آپ کو ایک اور بات بتاتا ہوں کہ جگہ کم تھی تو ہم نے من جملہ اور بندوبست کے، کراچی میں کھلے میدان میں تنبو کھڑے کئے تھے۔ ان کے ساتھ نلکے لگا دیئے تھے اور عارضی لیٹرینیں بنا دی تھیں۔ ان کو فلش سسٹم دے دیا تھا۔ نہانے کے لئے جگہ بنا دی۔ ویسے لوگ تنبوؤں میں رہتے تھے، سرکاری ملازم۔ کراچی میں بارش بہت کم ہوتی تھی۔ مگر ان دنوں وہ بارش ہوئی۔ ایک یہ بھی امتحان تھا۔ بڑی بارش۔ مجھے سب سے زیادہ فکر ہوئی جو تنبوؤں میں بیچارے بیٹھے ہیں ان کی۔ میں تھا انچارج سارے بندوبست کا۔ جیسے ہی بارش کا زور کم ہوا تو میں فوراً دوڑا گیا تنبوؤں کی طرف۔ میں نے دیکھا کہ تنبوؤں میں سے پانی برس رہا ہے۔ یہ عملہ جو تھا کلرک، اسسٹنٹ، ان کے بیوی بچے بھی تھے۔ ان کے لئے ہم نے مونج کی چارپائیاں ڈالی تھیں۔ ان کے اوپر انہوں نے اپنا سامان بھی رکھا تھا۔ خود بھی بیوی بچے سمیت چڑھ کے بیٹھے ہوئے تھے۔ نیچے پانی اس طرح بہہ رہا تھا جس طرح دریا بہتا ہے۔ میں کیا کر سکتا تھا۔ اظہار ہمدردی کیا۔ انہوں نے کہا، جس کا میرے پر بھی بڑا اثر ہوا۔ کہنے لگے، صاحب یہ تو کوئی چیز نہیں ہے پاکستان کے لئے جان بھی چلی جائے تو کوئی بات نہیں۔ وہ سپرٹ تھی جو پاکستان کو بنا گئی۔ وہ سپرٹ نہیں رہی۔ وہ سپرٹ میں نے دیکھی ہے کہ پاکستان کا عملہ، راتوں کو بجلیاں جل رہی ہیں، کام کر رہا ہے نہ دوات تھی نہ قلم، بڑے بے سروسامانی میں۔

(دی گریٹ لیڈر ص 41,40)

سید ہاشم رضا (قائد کے دور میں ڈپٹی کمشنر کراچی) سے انٹرویو

س: قائداعظم دہلی سے کراچی 7/اگست کو آئے، اس وقت کراچی میں کیا منظر تھا؟

ج: 7 کو آگئے۔ میں 7 سے 14 تک اس گورنمنٹ ہاؤس میں کام کرتا رہا۔ لہٰذا مجھے اس عظیم شخص کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ...... اس روز لوگ صبح ہی سے ماڑی پور کے ہوائی اڈے پر پہنچ گئے۔ سائیکلوں پر، پیدل، عوام کا یہ سیل بے پناہ خالی فضا کی طرف نظریں جمائے کھڑا تھا کہ اچانک وائسرائے کا ذاتی وائی کاؤنٹ طیارہ فضا میں نمودار ہوا۔ قائداعظم کی شخصیت کی طرح یہ طیارہ بھی پُروقار دکھائی دے رہا تھا۔ طیارہ نظر آتے ہی نعروں میں شدت آگئی۔ اسی شور میں طیارہ ساڑھے پانچ بجے شام ہوائی اڈے پر اترتا ہے۔ دور تک انسانی سر ہی سر تھے۔ مجھے یوں لگا جیسے لوگوں نے قائداعظم کا جہاز اپنے سروں پر اٹھا رکھا ہے۔ جس وقت طیارے کا دروازہ کھلا، وہ اپنی بہن کے ساتھ باہر آئے۔ قائداعظم سفید اچکن اور جناح کیپ میں ملبوس تھے۔ ان کے طیارے سے باہر آتے ہی لوگوں نے اتنی شدت سے قائداعظم زندہ باد کا نعرہ لگایا کہ محاورۃً نہیں، واقعتاً زمین وآسمان دہل گئے۔

(ص58)

س: 14/اگست 1947ء کے روز دارالحکومت کراچی کیسا لگ رہا تھا؟

ج: 14/اگست 1947ء کی صبح کراچی میں بہت پہلے طلوع ہوگئی۔ لوگ صبح کاذب سے پہلے ہی اٹھ بیٹھے۔ ہر طرف سرخوشی کا سماں تھا، کیونکہ یہ آزادی کی صبح تھی۔ ساتھ ہی لیلۃ القدر کی صبح تھی۔ جس وقت پاکستان کا قیام عمل میں آ رہا تھا اس رات برصغیر کے دس کروڑ مسلمان اپنے خالق حقیقی کے حضور سربسجود تھے۔ کروڑوں مسلمان خدائے بزرگ وبرتر کی بڑائی بیان کر رہے تھے کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کرہ ارض پر ابھر رہی تھی۔ اس روز رسمی طور پر وائسرائے ہند نے بادشاہ انگلستان کی نمائندگی کرتے ہوئے منتقلی اقتدار کی کارروائی مکمل کی''۔ (ص59)

نواب سعید راشد سے انٹرویو

س: پاکستان آ کر گورنر جنرل ہاؤس میں کیسے آئے؟

ج: فٹ بال کی وجہ سے میں نے پی ڈبلیو ڈی میں نوکری کر لی، ورنہ کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہماری پراپرٹی کافی تھی۔ ہاں، پاکستان سے پہلے دہلی میں ہماری جائیداد کا مقدمہ تھا۔ میں قائداعظم کو 10 اورنگزیب روڈ پر مشورے کے لئے ملا۔ ان کی دیانتداری کا یہ عالم تھا، فرمایا: میں پانچ منٹ کے پندرہ سو روپے لوں گا۔ اس حساب سے جو فیس بنے وہ لوں گا۔ انہوں نے کافی ٹائم دیا۔ تقریباً چھ ہزار بنتے تھے، کہنے لگے: ''تمہارے مقدمے میں کچھ نہیں۔ تم مقدمہ واپس لے لو''۔ میں نے کہا: ''واپس لے لیتا ہوں۔ میں نے فیس دینا چاہی۔ انکار کر دیا۔ میں نے کہا: سر یہ تو آپ کے مشورے کی فیس ہے۔ فرمایا: میں اس مقدمے کی فیس لیتا ہوں جس میں کچھ جان ہو۔ جس میں کوئی جان ہی نہیں کیا فیس لوں گا۔ میں اس ڈاکٹر کی طرح نہیں مریض مر رہا ہو اور وہ فیس لے۔ (ص85)

س: کہتے ہیں، انہوں نے گورنر جنرل ہاؤس کی کوئی چیز تبدیل نہیں کی، اس لئے کہ وہ قومی پیسہ خرچ کرنے میں بڑے محتاط تھے؟

ج: جب آئے ہیں تو پی ڈبلیو ڈی کے نون صاحب کو بلا کے کہا کہ اس میں کوئی چیز نہ بدلیں۔ یہاں تک کہ رنگ و روغن میں بھی کوئی تبدیلی نہ کریں۔ مجھے حکم ہوا، ہر فرنیچر پر نمبر لگا دیں اور اس حساب سے رجسٹر میں درج کر لیں۔ ہمارے ہاں ایک فارم 87 ہوتا ہے۔ فرمایا: اس فارم پر آپ اسے اتار لیں۔ سامان باہر جائے تو آپ لکھیں۔ واپس آئے تو چیک کریں۔ (ص86)

س: قائداعظم قومی پیسے کا اتنا دھیان رکھتے تھے۔

ج: ان کو ملک کے پیسے کی بڑی فکر تھی۔ ایک ایک پیسہ بڑی احتیاط سے خرچ کرتے تھے۔ انہوں نے باہر کے کسی ملک کا دورہ نہیں کیا۔ پھر اپنے ملک میں ایسا کوئی فنکشن نہیں کیا جس میں پیسہ خرچ ہوتا ہو۔ سٹیٹ بینک کی افتتاحی تقریب بھی سادہ تھی۔ جب نکلتے تھے کوئی ہنگامہ آرائی نہیں ہوتی تھی۔ کسی جلسے جلوس میں جانے سے ڈرتے نہیں تھے۔

(ص86)

س: اور قوم بھی ان کی ہر بات کے آگے سر تسلیم خم کرتی تھی۔ ایسی شخصیت تھی ان کی۔

ج: شخصیت کا تو یہ عالم تھا۔ میرا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے۔ کراچی میں لوٹ مار شروع ہوگئی۔ قائداعظم نے کہا: ہندوؤں کو لوٹ کر تم لوگوں نے میری ایسی بے عزتی کر دی، کوئی فرق ہی نہیں رہا کہ مسلمان بھی لوٹنے والے ہیں۔ تم اگر میری بات مانو تو جتنا مال لوٹا ہے سب لا کے رکھ دو۔ میں کچھ نہیں کہوں گا۔ پولیس کچھ نہیں کہے گی۔ نتیجہ یہ کہ ان کے کہنے پر ایک ایک چیز لوگوں نے اپنے گھروں سے لا کے رکھ دی۔ جہاں کیمپ بنائے گئے تھے وہاں رکھ دی۔ قوم اس قدر ان کی بات مانتی تھی۔ (ص87)

آگے چل کر قائداعظم کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے نواب سعید راشد بتاتے ہیں۔

وہ مسلمان اور ایسے مسلمان تھے کہ جن کے لئے نہ شیعہ، نہ سنی، نہ قادیانی، نہ اہل حدیث، نہ دیوبندی ...... یا یہ کہ یہاں ہندو نہیں رہیں گے، شیعہ نہیں رہیں گے۔ قادیانی نہیں رہیں، یا پارسی نہیں رہیں گے، یا عیسائی نہیں رہیں گے۔ انہوں نے کہا: پاکستان مسلمانوں کا ملک ہوگا۔ اس میں ہر ایک کا تحفظ ہوگا۔ ہر ایک کو بولنے کی آزادی ہوگی۔ انہیں کوئی لالچ نہیں تھا۔ مذہب کے متعلق کوئی تنقید نہیں کرتے تھے۔ ان کی باتیں قوم سمجھ نہیں سکی۔ گفتگو بہت اچھی کرتے تھے۔ بہت صاف انسان تھے۔ نہ تصنع نہ بناوٹ۔ (ص 90,89)

لیفٹیننٹ جنرل (ر) گل حسن

س: جنرل صاحب! آپ کا قائداعظم کے اے ڈی سی (Aide-De-Camp) کے طور پر تقرر کیسے عمل میں آیا؟

ج: میں فیلڈ مارشل سلم (Slim) کا اے ڈی سی رہ چکا تھا۔ اس تجربے کی بنیاد پر جی ایچ کیو انڈیا نے مجھے ریکمنڈ کیا۔ (ص93)

ایک سوال کے جواب کے سلسلہ میں جنرل (ر) گل حسن کہتے ہیں:

ان کا (قائداعظم) سیکیورٹی آفیسر ہنسوٹیا پارسی تھا۔ قائداعظم کو بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ پارسی ہے اور آپ کی حفاظت نہیں کر سکے گا۔ یہ بات چل رہی تھی کہ ایک روز میں ان کے کمرے میں گیا۔ مجھ سے مخاطب ہوئے۔ گل میں نے عرض کیا یس سر ارشاد ہوا۔ آپ ہنسوٹیا کے متعلق کیا جانتے ہیں؟ میں نے کہا: سر وہ ایک سینئر آفیسر ہے۔ اپنا تمام تر وقت وہ یہیں گورنر جنرل ہاؤس میں گزارتا ہے۔ سیکیورٹی کے نقطہ نظر سے وہ بہت فعال اور ذمہ دار ہے۔ یہی نہیں کہ وہ دن بھر یہاں رہتا ہے، وہ رات کے وقت بھی گورنر جنرل ہاؤس میں وزٹ کرتا ہے۔ بطور انسان بھی میں نے اسے بہت عمدہ پایا ہے۔

قائداعظم نے فرمایا: بعض لوگ اس کے خلاف ہیں۔ اس بنیاد پر کہ وہ پارسی ہے۔ لیکن مجھے اس کے پارسی ہونے پر کوئی تشویش نہیں، کیونکہ میں اس کے کام سے مطمئن ہوں۔ میں نے یہ ساری گفتگو ہنسوٹیا کو بتا دی۔ (ص98)

س: آپ نے قائداعظم سے کیا اخذ کیا؟

ج: میں قائداعظم کو اس واقعہ میں Sum Up (مختصراً بیان) کرتا ہوں:

شام کے وقت اکثر ہم ملیر جاتے۔ میں ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتا۔ قائداعظم اور محترمہ فاطمہ جناح پیچھے ہوتے۔ اس وقت اس قسم کی عیاشی کا تصور ہی نہ تھا کہ دس موٹر سائیکل آگے جا رہے

ہیں اور دس پیچھے۔ شہر سے ملیر کی طرف جائیں تو رستے میں ایک ریلوے پھاٹک آتا ہے۔ ایک دفعہ ہم شام کو ملیر جا رہے تھے تو وہ پھاٹک بند تھا۔ ہماری گاڑی رک گئی۔ میں نیچے اترا اور پھاٹک والے سے کہا، ٹرین اگر دور ہے تو پھاٹک کھول دو۔ قائداعظم صاحب بیٹھے ہیں۔ اس نے یہ کہہ کر کہ ٹرین تو ابھی دور ہے۔ پھاٹک کھول دیا۔ میں آ کے سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور کا نام تھا، عزیز۔ میں اس سے بولا، عزیز چلو۔ وہ کہتا ہے حکم ملا ہے گاڑی نہیں چلے گی۔ ساتھ ہی قائداعظم نے فرمایا Gull, Tell that chap, shut the door. (گل اس آدمی سے کہو پھاٹک بند کردے)۔ میں نیچے اترا اور اسے کہا، پھاٹک بند کردو۔ پھاٹک والا بولنے لگا۔ صاحب! گاڑی ابھی دور ہے۔ میں نے کہا: بند کردو، مصیبت پڑ جائے گی۔ اس نے پھاٹک بند کردیا۔ میں آیا اور بیٹھ گیا۔ ٹرین گزری، پھاٹک کھلا۔ تب ہماری گاڑی آگے بڑھی۔ کچھ دیر بعد قائداعظم نے مجھ سے پوچھا، Gull, Do you know why I asked you to get the gate shut. (گل! آپ کو معلوم ہے کہ میں نے یہ کیوں کہا تھا، پھاٹک بند کروادو)۔ میں نے جواب دیا، No Sir (سر، مجھے نہیں معلوم)......(قائداعظم نے کہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر میں اپنی ہی ہدایات اور احکامات پر عمل نہیں کرتا تو پھر میں دوسروں سے یہ توقع کیسے کرسکتا ہوں کہ وہ میری ہدایات اور احکامات پر عمل کریں گے۔ جبکہ میں ملک کا سربراہ ہوں۔ میں نے کہا: Sir, I am Sorry (سر، مجھے اس کا افسوس ہے)

میں نے انہیں قریب سے دیکھا یہی محسوس کیا وہ بہت مضبوط اور ٹھوس انسان ہیں۔ بہت ہی دیانتدار، کھرے اور سچے کردار کے بہت بلند، ارادے کے اٹل، لازوال کردار کے مالک، بلاشبہ قائداعظم ایک عظیم انسان تھے۔ (ص 101)

گروپ کیپٹن (ر) عطا ربانی

(قائداعظم کے سابق اے ڈی سی)

س: قائداعظم کے معمولات؟

ج: صبح سے شام تک کام میں مصروف رہتے۔ دوپہر کے وقت آرام بھی جو کرتے تو پرائیویٹ ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے، اور فائلیں ساتھ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ آرام کیا تو صوفے پر نیم دراز ہوگئے۔ لیکن کام جاری رہتا۔ (ص 109,108)

س: پیسے کے معاملہ میں کیا رویہ ہوتا؟

ج: پیسے کے معاملے میں بہت محتاط تھے۔ فضول خرچ نہ تھے۔ کئی دفعہ ناشتے یا کھانے کے دوران میں جب ہم اے ڈی سیز اور محترمہ ہوتے یا قائداعظم ریلیکس موڈ میں ہوتے، بتایا کرتے:

مجھے یہ بتانے میں کوئی عار نہیں، میں نے جب بمبئی میں پریکٹس شروع کی، صبح گھر سے چیمبر تک جانا ہوتا۔ ایک آنہ بس کا کرایہ تھا۔ ہر صبح میں نیچے اترتا تو یہ فیصلہ کرنا ہوتا، پیدل جاؤں کہ بس پر۔ نوے دفعہ میں پیدل ہی گیا۔ تم لوگ ہو کہ پیسے کی پرواہ ہی نہیں۔ (ص 110,109)

گروپ کیپٹن (ر) آفتاب احمد

(قائداعظم کے سابق اے ڈی سی)

س: پابندی وقت بہت تھی؟

ج: ان کے معمولات میں بڑی باقاعدگی تھی۔ وقت پر اٹھنا۔ وقت پر دفتر آنا۔ وہیں گورنر جنرل ہاؤس کے ایک کمرے میں دفتر بنایا ہوا تھا۔ وقت پر آ کے کام شروع کر دینا۔ کھانے کے اوقات Exact (مقرر) تھے۔ ریسٹ اتنا کرنا ہے۔ پھر کام شروع کرنا۔ اتنے بجے بریک آف کرنا ہے۔ پھر ڈنر کھانا ہے۔ اتنے بجے سونا ہے۔ بڑی باقاعدگی تھی۔ ڈسپلن اور سیلف کنٹرول۔ (ص 117)

س: اب تو بڑی بڑی کاروں کے تحفے ملتے ہیں۔ پلاٹوں کی باتیں ہوتی ہیں۔ زمینوں کے تحفے دیئے جاتے ہیں۔

ج: آپ دیکھ لیں ہمارے پریذیڈنٹس نے کتنی پراپرٹی بنائی ہے۔ قائداعظم تو بانی پاکستان تھے۔ گورنر جنرل تھے۔ وہ ملک کی جس چیز پر انگلی رکھتے وہ ان کی ہوسکتی تھی۔ لیکن وہ بڑے بااصول تھے۔ انہیں Outing (گھر سے باہر تفریح) کے لئے جگہ چاہئے تھی۔ ملیر سے آگے بڑو جی جگہ ہے کافی دور۔ کراچی سے بیس میل آگے۔ انہیں خیال آیا کہ میں وہاں کچھ جگہ لے لوں۔ ہٹ شٹ بنالوں۔ مجھے کہنے لگے، پتہ کرو۔ میں کراچی کے مختار کار (تحصیلدار) کے پاس چلا گیا۔ میں نے کہا قائداعظم آؤٹنگ کے لئے جگہ چاہتے ہیں۔ وہ کہنے لگا، ٹھیک ہے۔ ہم حکومت کی طرف سے انہیں گفٹ کر دیتے ہیں۔ میں نے اسے کہا قائداعظم اس قسم کے آدمی نہیں کہ وہ ایسا تحفہ قبول کرلیں۔ وہ باقاعدہ سیل ڈیڈ کے ذریعے خریداری کریں گے۔ چنانچہ قائداعظم نے باقاعدہ سیل ڈیڈ کیا اور مارکیٹ پرائس پر اس کی قیمت ادا کی۔ (ص 119)

بریگیڈیئر (ر) این اے حسن

(قائداعظم کے سابق اے ڈی سی)

س: ان کے معمولات کیسے تھے؟

ج: کراچی میں ان کا ورکنگ ڈے عموماً ساڑھے آٹھ بجے صبح سے دو تین بجے (بعد) دوپہر تک رہتا۔ اس دوران میں طے شدہ پروگرام کے تحت ملاقاتی بھی ان کے پاس آتے۔ دن کے باقی حصے میں اور رات گئے تک بھی وہ فرائض مملکت انجام دیتے اور اہم امور کے متعلق فیصلے کرتے۔ اگرچہ کابینہ کی طرف سے انہیں پورے اختیارات حاصل تھے پھر بھی وہ کسی معاملے میں تب تک کوئی فیصلہ نہ کرتے جب تک کہ اس کے تمام خاص طور پر آئینہ اور قانونی پہلوؤں کی اچھی طرح چھان پھٹک نہ کرلیتے۔ میرے کمرے کے اوپر ان کا بیڈروم تھا۔ اکثر ایسا ہوا کہ آدھی رات کے وقت کمرے میں ان کے چلنے سے کھٹ کھٹ کی آواز آتی۔ ایسے محسوس ہوتا وہ چلتے ہوئے کچھ سوچ رہے ہیں۔ (ص 146)

چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان سے انٹرویو

س: باؤنڈری کمیشن میں انہوں نے آپ کو مسلم لیگ کی طرف سے وکیل مقرر کیا تھا، وہ آپ کی کارکردگی پر خوش تھے؟

ج: بڑے خوش تھے۔

س: اس کے بعد آپ اقوام متحدہ میں جاتے ہیں۔

ج: قائداعظم نے مجھے اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کی قیادت کرنے کا حکم دیا۔

س: پھر وزارت خارجہ کا قلمدان سونپا گیا۔

ج: جب میں ان کے ارشاد کے مطابق سن سینتالیس میں اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کی قیادت کرکے واپس پہنچا، لازماً کراچی میں ٹھہر کر ان کو بتایا یہ یہ بات ہوئی، انہیں رپورٹوں سے بھی معلوم تھا۔ بات سننے کے بعد، یہ بھی ان کا طریق تھا۔ بات تھی محبت کی لیکن وہ شاید محبت کا اظہار کرنا کمزوری سمجھتے تھے اور (کڑک کر) حکم دیا: (آپ کا ان جھمیلوں سے کب چھٹکارا ہوگا۔ آپ کو علم نہیں مجھے پاکستان کے لئے آپ کی خدمات چاہئیں) (ص 209)

س: قائداعظم خارجہ پالیسی کے ضمن میں اپنی رائے یا گائیڈ لائن ظاہر ہے آپ کو دیتے ہوں گے؟

ج: بتاتے تھے۔ باتیں پوچھتے بھی تھے۔ بتا بھی دیتے تھے۔ کچھ ہدایات بھی دیتے تھے۔ مجھے کوئی خاص موقع یاد نہیں۔ لیکن یہ یاد ہے کہ عام طور پر دوپہر کے کھانے پر بلا لیتے تھے۔ اکیلے اور کوئی پاس نہیں ہوتا تھا۔ مس جناح بھی نہیں ہوتی تھیں۔ کوئی اے ڈی سی بھی نہیں ہوتا تھا۔ جو بات میں پوچھتا وہ بتا دیتے تھے۔ (ص 212)

س: قائداعظم سے کسی موقع پر اختلاف بھی ہوا؟

ج: میرا ان سے کسی وقت نہ اختلاف ہوا نہ غلط فہمی پیدا ہوئی۔ میرے ان کے ساتھ تعلقات شروع سے ہی خداتعالیٰ کے فضل سے اچھے رہے اور آخر تک بہت اچھے رہے۔

س: غلط فہمی تو وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں آدمی کان کا کچا ہو، قائداعظم کو ظاہر ہے کوئی بہکا تو سکتا نہیں تھا۔

ج: ہاں، لیکن کسی نے مجھے بتایا، غالباً ملک غلام محمد نے، کہ قائداعظم نے کہا، جب یہ واضح ہوگیا کہ پاکستان بنے گا تو سب لوگ جو موید بھی تھے اور کسی وقت مسلم لیگ میں بھی تھے، سب باری باری میرے پاس آتے رہے کہ مجھے کیا عہدہ ملے گا۔ ہمیں بھی خدمت کا موقع دینا وغیرہ وغیرہ۔ ایک شخص جس نے کبھی کوئی عہدہ مجھ سے نہیں مانگا، جو میں نے کہا وہ کرتا رہا۔ میرا نام لیا تو قائداعظم کے اور میرے درمیان نہ تو کبھی غلط فہمی پیدا ہوئی نہ اختلاف۔ (ص 218)

س: مذہبی علماء کے ایک طبقے نے قائداعظم کو کافر اعظم تک کہا تھا۔ آپ کے سامنے ایسا کوئی موقع ہوا کہ قائداعظم نے نجی محفل میں یا کسی میٹنگ میں علماء پر کوئی ریمارک دیا ہو۔

ج: میری موجودگی میں یہ نہ کبھی سوال پیدا ہوا نہ اس کے متعلق قائداعظم نے کسی قسم کا اظہار کیا۔

س: نہ وہ اس مزاج کے تھے۔

ج: وہ اس مزاج کے تھے۔ ان کی تقریروں کو لے لیں۔ ان کا مؤقف تھا، صحیح تھا یا غلط تھا کہ مذہب ہر ایک کا اپنا معاملہ ہے۔ اس میں کسی دوسرے کو دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اب ملک بن جانے پر تمہارا مذہب جو کچھ بھی ہے تم سب پاکستانی ہو اور آپس میں پاکستانیوں میں کوئی تفریق نہیں ہونی چاہئے۔

ایف ڈی ہنسوٹیا سے انٹرویو

س: پارسی ہوتے ہوئے بھی آپ کو قائداعظم کے سیکیورٹی آفیسر کی حیثیت میں برقرار رکھا گیا؟

ج: پاکستان بننے کے بعد انسپکٹر پولیس چودھری نذیر احمد، جو ایس پی ریٹائر ہوئے ہیں، کو میرے ساتھ رکھا گیا کہ میں انہیں کام سکھاؤں۔ ایک مہینے کے بعد آئی جی (پولیس) نے میری بجائے نذیر احمد کو لگا دیا۔ قائداعظم نے میرے متعلق پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ ہنسوٹیا کو Replace (بے دخل) کر دیا گیا ہے۔ قائداعظم بولا، کس کی مرضی سے اسے ہٹایا گیا ہے؟ پھر مجھے بلا کر کہا کہ آپ Continue (پھر سے شروع) کریں۔ اس عملے میں اس وقت سب مذاہب کے آدمی تھے۔

س: تفصیل؟

ج: سیکیورٹی افسر میں تھا پارسی، میرا اسسٹنٹ دلیپ سنگھ بیدی کر کے سکھ تھا۔ سارجنٹ تھے اینگلو انڈین، اینگلو انڈین کرسچین، کچھ ہندو بھی تھے سٹاف میں۔ دلیپ سنگھ بیدی پھر انڈیا چلا گیا۔

س: قائداعظم نے اس چیز کو پسند کیا؟

ج: اس نے بہت پسند کیا تھا۔ اس نے اس پر کوئی اعتراض نہیں اٹھایا تھا۔ بلکہ ان کا کہنا تھا کہ بہت اچھی بات ہے کہ ہر ایک قسم کے آدمی، پاکستانی ہمارے سٹاف میں رکھے گئے ہیں۔ ان کا گھر کا عملہ تھا اس میں بھی ہندو تھے۔ کرسچن تھے اور مسلمان بھی تھے ان کا خاص بٹلر، ہیڈ بٹلر جوزف کرسچن تھا گوا کا۔ ہاؤس کیپر کرسچن عورت Mrs. Blake (مسز بلیک) تھی۔ باورچی بروا بنگالی تھا، ہندو تھا۔ ان کا جو دھوبی تھا وہ بھی ہندو تھا۔ ان کے بیرے کانجی اور موجی کر کے ہندو تھے۔

ایک سوال کے جواب میں سیکیورٹی آفیسر ہنسوٹیا نے بتایا: میں گورنمنٹ ہاؤس میں دو انگریز گورنروں ڈاؤ اور موڈی کا سیکیورٹی آفیسر رہا۔ قائداعظم کے بعد خواجہ ناظم الدین کا بھی رہا۔ سب سے زیادہ وقت کا استعمال قائداعظم کرتے تھے۔ ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرتے تھے۔ وقت کی اتنی قدر تھی کہ بغیر کسی کام یا مطلب کے قائداعظم کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ (ص 287)

س: بات اصول کی کرتے تھے؟

ج: بات سیدھی کرتے تھے۔ بالکل اصول کی کرتے تھے۔اس کی وجہ سے وہ آدمی جواب ہی نہیں دے سکتے تھے۔ (ص299)

س: دیکھیں نا، ان کا 11 راگست 1947ء کو بطورصدر پاکستان دستور ساز اسمبلی سے خطاب، کوئی لگی لپٹی نہیں، اسی لئے وہ ہمارا میگنا کارٹا ہے۔ (Magna Carta) (ص299)

(Magna Carta جدید معنوں کے لحاظ سے اختیار و حقوق کی ضمانت دینے والی دستاویز۔ ناقل)

ج: ملا کا اس نے کہہ دیا تھا۔

س: ملا کا؟ کب اور کیا؟

ج: (ترجمہ از کتاب): (وہ کہتے تھے، طلباء اور مذہبی لیڈروں کے ذریعے ہنگامہ کھڑا کرنا تو بہت آسان ہے، لیکن بعدازاں اسے کنٹرول کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہوگا) (ص300)

س: قائداعظم جب بطور گورنر جنرل مختلف شہروں میں گئے۔لوگوں کے جذبات کیا ہوتے تھے؟

ج: لوگوں میں جو جذبہ اور جوش ان کے لئے تھا وہ کسی دوسرے لیڈر اور ہیڈ آف دی سٹیٹ کو نہیں ملا۔ ہم لاہور گئے، ڈھاکہ گئے، چٹاگانگ گئے، کوئٹہ گئے، پشاور گئے، ڈیرہ اسماعیل خان گئے۔ صرف کاکول ایک ایسی جگہ تھی کہ وہاں کا دورہ کینسل ہوا۔ یہ جہاں بھی گئے لاکھوں لوگ وہاں پہنچ جاتے۔ سڑکوں پر، مکانوں کی چھتوں پر، درختوں پر لوگ ہی لوگ ہوتے۔

ایک سوال کے جواب میں سیکیورٹی آفیسر ہنسوٹیا نے بیان کیا۔

ظفراللہ خان قائداعظم کا خاص آدمی تھا۔ اس نے یو این او میں جو تقریر کیا تھا اس کی فلم آئی تھی۔ وہ قائداعظم نے خود دیکھی۔ (ص312)

ایک اور سوال کے جواب میں ایف ڈی ہنسوٹیا نے کہا:

ظفراللہ خان شریف آدمی تھا۔ نمازی تھا۔ میں نے تو سگریٹ پیتے بھی نہیں دیکھا۔

(ص314)

س: اصرار کے باوجود علاج کے لئے ملک سے باہر نہیں گئے۔ نہ کسی غیر ملکی ڈاکٹر کو یہاں بلایا؟

ج: جب قائداعظم بہت بیمار تھے تو لیاقت علی خان اور دوسرا لیڈر لوگ بہت بولا کہ اگر آپ ملک سے باہر جانا نہیں مانگتے تو باہر سے ڈاکٹر یہاں بلا لیتے ہیں۔ لیکن وہ نہیں مانتے تھے۔ صرف ملکی ڈاکٹروں سے علاج کراتے تھے۔ (ص322)

س: ماڑی پور کے ہوائی اڈے سے گورنر جنرل ہاؤس تک پہنچنے میں کتنا وقت لگا۔ کیونکہ راستے میں ایمبولینس بھی خراب ہوگئی تھی؟

ج: راستے میں ایمبولینس خراب ہوگئی۔ لیکن اتنا وقت نہیں لگا جتنا لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے۔ ڈیڑھ گھنٹے میں ایئرپورٹ سے گورنر جنرل ہاؤس پہنچ گئے تھے۔ ویسے بھی پینتالیس منٹ ہی لگتے تھے۔

(ص324)

(اقتباسات و واقعات از کتاب دی گریٹ لیڈر جلد اول)

شاعر مشرق نے کتنا دلگیر و دلنشیں شعر کہا ہے: ۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

مرے وطن تُو جہاں کا نگار ہو جائے
ترے وجود پہ طاری بہار ہو جائے

میں تیرے سینے پہ دیکھوں جو قطرۂ خُوں بھی
تڑپ اُٹھے یہ جگر دل فگار ہو جائے

اے ارضِ پاک بدل جائے تیری قسمت بھی
جو حکمرانوں کو بھی تجھ سے پیار ہو جائے

میرے وطن مری سانسیں تری امانت ہیں
یہ تجھ پہ دل ہی نہیں جاں نثار ہو جائے

ترے بدن سے یہ سب نفرتوں کے کانٹے چُنوں
امینِ امن تُو دیں کا وقار ہو جائے

ترا علَم، تری سَج دھج کا اِک نشاں ٹھہرے
ہر اک مکیں تیرا اُلفت شعار ہو جائے

مجال کس کی جو ٹیڑھی نظر سے دیکھے تجھے
جو تجھ پہ مہرباں پروردگار ہو جائے

طاہر بٹ

سیالکوٹ اور پرچم ہلال استقلال

1965ء کی پاک بھارت جنگ میں دشمن کی جارحانہ سرگرمیوں کا غیر معمولی جرأت اور بہادری سے مقابلہ کرنے کے صلے میں پاکستان کے تین شہروں یعنی، لاہور، سیالکوٹ اور سرگودھا کے شہریوں کو پرچم ہلال استقلال کے اعزاز سے نوازا گیا تھا۔

اس پرچم کا ڈیزائن پاکستان کے مرکزی شعبہ مطبوعات اور فلم سازی کے سینئر آرٹسٹ جناب اقبال احمد خان نے تیار کیا تھا اسے ملک کے مختلف فنکاروں کی طرف سے بھیجے ہوئے تین سو ڈیزائنوں میں سے منتخب کیا گیا تھا اور اس ڈیزائن کی تیاری پر جناب اقبال احمد خان کو تمغۂ امتیاز سے بھی نوازا گیا تھا۔

پرچم ہلال استقلال بنیادی طور پر قومی پرچم سے مشتق ہے۔اس پرچم پر پاکستان کی مسلح افواج کا مشترکہ مخصوص نشان یعنی کریسنٹ قومی پرچم میں سفید پٹی کے افقی جانب ہے جس کے اوپر سات ستارے بنے ہوئے ہیں۔ اس نشان کے نیچے ہلال استقلال ستمبر 1965ء کے الفاظ تحریر ہیں۔ ان الفاظ کے نیچے تین ستارے پاکستان کے تین شہروں، لاہور، سیالکوٹ اور سرگودھا کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان ستاروں میں موجود رنگ بری، بحری اور فضائی افواج کی نشاندہی کرتے ہیں۔

لاہور کے شہریوں کو یہ اعزاز پاکستان کے سابق صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے 4راپریل 1967ء کو اور سیالکوٹ اور سرگودھا کے شہریوں کو یہ اعزاز مغربی پاکستان کے سابق گورنر جنرل محمد موسیٰ خان نے بالترتیب 7 مئی 1967ء اور 8 مئی 1967ء کو دیا تھا۔ پرچم ہلال استقلال پاکستان کے ان تینوں شہروں کے جناح ہالوں پر لہراتا ہے۔ یہ کبھی سرنگوں نہیں ہوتا اور ہر سال 6 ستمبر کو اسے سلامی دی جاتی ہے۔

حب الوطنی کے نظارے

مکرم ڈاکٹر ادریس احمد سون صاحب

1971ء پاک بھارت جنگ کی کچھ یادداشتیں

نصف آخر نومبر 1971ء کے دن تھے کہ ایک روز پاک آرمی کے ایک لیفٹیننٹ بدرالدین صاحب میرے دفتر تشریف لائے میں اس وقت گورنمنٹ آف پنجاب کے محکمہ انہار میں بطور ٹیلی فون اٹنڈنٹ ملازم تھا۔ جسے عرف عام میں تار بابو کہا جاتا تھا۔ میرا دفتر SDO راوی سائفن چکبندی ڈویژن کے ماتحت تھا اور نہر BRBD Link کے بائیں کنارے جلو موڑ، باٹا پور سے کوئی ایک کلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھا۔ وہاں پر محکمہ انہار کے دیگر ملازمین کے لئے 11,10 کوارٹرز بھی بنے ہوئے تھے۔ یہ لوکیشن واہگہ بارڈر جی ٹی روڈ سے کوئی تین میل لاہور کی طرف ہے۔

میرے پاس دو ٹیلی فون موجود تھے۔ ایک آٹوسیٹ یعنی ڈائریکٹ ڈائیلنگ (اس وقت ڈائریکٹ ڈائیلنگ فون کی سہولت خال خال میسر ہوتی تھی) اور دوسرا فیلڈ ٹیلی فون جو نہر کے ساتھ ساتھ لائن بچھا کر محکمہ نہر نے اپنے نہری نظام کو چلانے کے لئے مہیا کیا ہوا تھا۔ یہ ٹیلی فون باقاعدہ کسی ایکسچینج یا نظام سے منسلک نہ تھا بلکہ اس کی چرخی گھمانے سے لائن پر موجود تمام سیٹ بج اٹھتے تھے اور یوں متعلقہ سٹیشن والے ٹیلی فون اٹنڈنٹ سے یا موجود آدمی سے بات ہو جاتی تھی۔ بالعموم ہماری لائن مرالہ راوی لنک کی آر ڈی 220 یعنی ڈیگ سائفن تک بھی بات کروا دیتی تھی لیکن شور اور آواز صاف نہ ہونے کی وجہ سے لائن کو حسب ضرورت Short Spans میں تقسیم کرلیا جاتا البتہ BRB نہر کی بر جی 205 جو کہ کالا خطائی نارنگ وغیرہ کے پاس ہے، سے لے کر نیچے بیدیاں ہیڈ ورکس تک ہم زیادہ رابطہ رکھتے۔ راوی سائفن اور بیدیاں کے درمیان رابطہ پکا تھا اور آواز کی خرابی کی صورت میں بیدیاں والی تار الگ کرکے راوی سائفن سے بات کرلیا کرتا۔ راوی سائفن کے Up Stream اور Down Stream دونوں طرف فیلڈ ٹیلی فون نصب تھے۔ یہ ساری تفصیل بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ قارئین کو تمام تر پس منظر سے آگاہی ہوسکے۔ مذکورہ سارا نظام گویا ایک نیچرل Communication System تھا۔ جو وقتی طور پر دفاعی مقاصد کو تقویت دینے کے لئے پہلے سے موجود تھا۔ جنگ دسمبر 1971ء سے کچھ قبل ہی پاکستان آرمی نے شاہدرہ برج راوی سائفن و دیگر تنصیبات کی حفاظت کی غرض سے 036 لائٹ اک اک رجمنٹ (موجودہ 036 لائٹ گن میزائل رجمنٹ) کو ڈپلائے کر دیا ہوا تھا اور راوی سائفن کی حفاظت مذکورہ رجمنٹ کی کیوبک بیٹری (134 بیٹری) کی ذمہ داری تھی۔ اس بیٹری کے BC (بیٹری کمانڈر) جناب میجر عابد حسین عابد تھے جو بعد میں کرنل بن گئے تھے۔

میدان عمل میں

بہر حال نومبر 1971ء کے اواخر میں اسی کیوبک بیٹری کے لیفٹیننٹ بدرالدین جو کہ مشرقی پاکستان سے تعلق رکھتے تھے میرے پاس آئے۔ میں دفتر میں چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ رسمی سلام دعا کے بعد وہ مجھے دفتر سے تھوڑی دور باہر لے گئے۔ (یاد رہے کہ اس سے چند روز قبل بھی وہ مجھے مل کر یہ بات میرے کان میں ڈال چکے تھے کہ اگر ضرورت پڑے تو کیا میں ان کے ساتھ ڈیوٹی کرنے کے لئے تیار ہوں گا؟ جس پر میں نے بخوشی حامی بھرلی تھی) یوں جب انہوں نے مجھے حکم دیا اور کہا کہ ادریس آج رات بہت خطرہ ہے تم ڈیوٹی کرو۔ تو میں نے ان کو اپنا ٹیلی فون نمبر دیا جو انہوں نے اپنے ذرائع سے Rear یعنی RHQ میں دے دیا۔ میرے ٹیلی فون کا نمبر 330933 تھا۔ خیر میرا رابطہ RHQ سے ہوگیا جو شاہدرہ کے کہیں آس پاس تھا۔ محترم کیپٹن مجتبیٰ حسن شاہ اس وقت RHQ میں Adjutant کے فرائض سرانجام دے رہے تھے اور میرا رابطہ 99 فی صدا نہی سے ہوتا۔

دیئے گئے فرائض میں سے سب سے زیادہ میری ڈیوٹی میسجنگ کی تھی۔ یعنی RHQ سے ملنے والا پیغام فیلڈ ٹیلی فون کے ذریعہ راوی سائفن پر پاس آن کروں اور اسی طرح اس کے علی الرغم راوی سائفن والوں کا پیغام Rear میں پہنچاؤں۔

اب چونکہ ایمرجنسی تھی اور وہ بھی پاک آرمی کے ساتھ۔ آرام یا سونا جاگنا تو پرے پھینکنا پڑا۔ دن رات فون بجتا رہتا بلکہ بجتے رہتے اور میسجنگ جاری رہتی اور مجھے ٹیلی فون پر 24 گھنٹے مصروف عمل رہنا پڑتا۔ کوئی ہفتہ بھر تو میں نے اکیلے نکالا بالآخر مشکل حالات کے پیش نظر وہ Frankness جو مجھے ان دنوں میں ان سے ہو چکی تھی کا سہارا لیتے ہوئے میں نے Adjutant صاحب سے میرے ساتھ کوئی دوسرا آدمی لگانے کی درخواست کر ہی دی۔ محترم Adjutant صاحب نے فرمایا کہ ادھر BC صاحب سے کہو کہ ایک OCU تمہارے ساتھ لگا دیں۔ میں نے راوی سائفن پر BC صاحب کو میسج پاس کر دیا۔ کچھ دیر بعد جواب مل گیا۔ ”BC صاحب کہتے ہیں ہمارے پاس کوئی بندہ نہیں“۔ یہی میسج اٹھا کے میں نے RHQ میں پاس کر دیا تو کیپٹن مجتبیٰ حسن شاہ صاحب نے فرمایا ”میں ابھی ان کی خبر لیتا ہوں“ (الفاظ صدفی صد یہی تھے) اب مجھے نہیں پتہ کہ انہوں نے کس طرح خبر لی کہ شام سے پہلے پہلے گاڑی میرے پاس OCU لانس نائیک نجیب کو چھوڑ گئی۔ یوں ہم ایک سے دو آپریٹر ہوگئے۔ اب ہمارے لئے حکم یہ تھا کہ Round the Clock یعنی چوبیس گھنٹے ہم دونوں میں سے ایک ڈیوٹی پر بہر حال موجود رہے گا۔ مزید کوئی ایک ہفتہ گزرا ہوگا کہ مورخہ 3 دسمبر 1971ء کو مغرب کے قریب میں اور پاکستان رینجرز (ستلج رینجرز) کا ایک انسپکٹر سید علی محترم نقوی جو غالباً کراچی کے تھے۔ جلو موڑ کھانا کھانے جا رہے تھے کہ بارڈر پر فائرنگ (بڑا فائر) شروع ہوگئی۔ پتہ چلا کہ بھارت نے حملہ کر دیا ہے۔ ہم راستے سے ہی کھانا کھائے بغیر واپس اپنی اپنی ڈیوٹی پر پہنچ گئے۔ یہ کہتے ہوئے کہ اگر مریں تو اپنی ڈیوٹی پر مریں۔ اس وقت جوانی تھی اور حبّ الوطن من الایمان پر ایمان اور جذبہ بھی تھا۔ الحمد للہ علاوہ جوانی کے باقی سب کچھ آج بھی موجود ہے۔ اب کسی کو دل چیر کے تو دکھایا نہیں جاسکتا نا! خیر میں اپنی ڈیوٹی پر قائم ہوگیا۔

اسی اثناء میں 114 بریگیڈ (جو کہ قریب ہی ایک باغ میں تھا) کے بریگیڈ میجر (BM) سید سجاد حیدر شاہ صاحب نے بھی مجھے اپنے کام پر لگا لیا۔ یعنی 036 لائٹ ایئر ڈیفنس رجمنٹ کا میں پکا Attachee اور 114 بریگیڈ کا کچا Attachee بن گیا۔ ہوا یوں کہ واہگہ بارڈر FDL کے ساتھ ساتھ ایک ڈیفنس چینل (Trench) بنائی گئی تھی جس میں پانی BRB سے لفٹ اریگیشن سسٹم کے تحت پہنچایا جاتا تھا۔ BM صاحب سے دوران جنگ اکثر احکامات ملتے رہتے تھے اور میں بطور ملازم محکمہ نہر ان کی بجا آوری کرتا تھا۔ جبکہ ایئر ڈیفنس کی یونٹ 136 لائٹ کے ساتھ 24 گھنٹے کام پر ہوتا۔ ساتھ ساتھ محکمہ نہر کا کام یعنی اوپر پانی کا انڈنٹ پلیس کرنا On Behalf of SDO/Xen پانی کا حساب کتاب رکھنا۔ BRB نہر میں سے نکلنے والی چھوٹی نہریں/راجبا ہے۔ (Off takes of BRB) کو انڈنٹ اور ضرورت کے ماتحت چلوانا، گھٹوانا، بڑھانا، بند کروانا، کھلوانا وغیرہ میرے ذمہ تھا۔ میں دفتر میں BRB کے (دشمن سمت) Enemy Side پہ تھا جبکہ اس طرف سویلین کوئی نہ تھا اور نہ رہ سکتا تھا۔ رات دن فائرنگ ہوتی رہتی تھی کہ دل دہلتا تھا۔ سب سول آبادی کا انخلاء ہو چکا تھا۔ BRB کے اس پار صرف فوج ہی فوج تھی۔

واقعات

☆ دوران جنگ میرے ذمہ فیلڈ سے RHQ اور RHQ سے فیلڈ تک Messaging تھی۔ ایک روز میں نے Rear سے آنے والا پیغام راوی سائفن پر پاس کیا کہ فلاں طرف سے 4 جہاز (ہندوستانی) آرہے ہیں۔ ایک گنر اس وقت دریا میں نہارہے تھے اور جسم پر صابن لگایا ہوا تھا۔ کچھا پہنا ہوا سخت سردی کے موسم میں وہ اسی حالت میں گن پر بیٹھ گئے۔ گن سٹارٹ کی اور مقابلہ شروع۔ ان کا جوش و جذبہ اور ان کی حالت اس وقت دیدنی تھی۔

اسی یونٹ کا ایک واقعہ گو کہ 1965ء کی جنگ کا ہے لیکن قابل فخر واقعہ ہے اس لئے بیان کرنا چاہوں گا۔ کالا خطائی کے علاقہ میں کانوائے جا رہا تھا۔ اینٹی ایئر کرافٹ گنیں ٹرکوں پر لوڈ تھیں کہ انڈیا کے جہاز آگئے۔ گنر بشیر خاں TJ (تمغہ جرأت) نے چلتے ٹرک پر گن Start کی اور انڈین جہاز مار گرایا تھا جن دوستوں کو پتہ ہے وہ جانتے ہوں گے کہ چلتے ٹرک پر ہچکولے کھاتے ہوئے ٹرک میں جہاز کی سپیڈ کے ساتھ ساتھ گن کی Laying بہت مشکل امر ہے۔ بہر حال جوش جنوں بہت کچھ ممکن بنا دیتا ہے۔

☆ 1971ء میں ایک دن انڈیا کے جہاز آگئے۔ علاوہ اپنے دیگر نامعلوم مذموم مقاصد کے ان کا ایک مقصد راوی سائفن کو تباہ کرنا تھا جس سے BRB نہر میں پانی کا بہاؤ رک جاتا اور جو ایک سیکنڈ ڈیفنس لائن ہے وہ انڈیا آسانی سے روند کر لاہور کی طرف بڑھ سکتا تھا۔ 134 بیٹری کے گنروں (Gunners) نے خوب شیلنگ کی اور دشمن کا ایک جہاز مار گرایا۔ جو موضع تلواڑہ کے جنگل میں گرا۔ میجر عابد حسین BC بھی اپنی جیپ پر پیچھے بھاگے اور اس جہاز کا ایک ٹکڑا گاڑی میں رکھ کر ہمارے پاس لے آئے۔ کوئی ڈیڑھ دو گھنٹے بعد بھی وہ ٹکڑا سخت گرم تھا۔ جنگ میں کل تین انڈین جہاز گرائے دو پائلٹ زندہ پکڑے گئے۔

☆ انہی دنوں کی بات ہے ایک روز رات کے قریباً ایک بجے بی ایم صاحب 114 بریگیڈ کا فون آگیا۔ جو لانس نائیک نجیب نے یہ کہتے ہوئے مجھے تھما دیا کہ BM صاحب تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ہیلو کرنے پر حکم ہوا۔ ”ادریس پمپ چلوا دو فوراً“ میں نے عرض کیا کہ سر رات کا وقت ہے میں باہر نکلا تو فوجی گولی مار دیں گے۔ آپ اپنا کوئی بندہ بھیج دیں میں تار (Telegram) (جو ہم سرکاری طور پر ایسے کاموں کے لئے جاری کرتے تھے) لکھ دیتا ہوں۔ وہ وہاں فورمین کو دے دیں پمپ چل جائیں گے۔ BM صاحب نے فرمایا ”ہمارے پاس کوئی بندہ نہیں“۔ پھر کہا اچھا میں کچھ کرتا ہوں اور فون بند کر دیا۔ چند منٹ بعد دوبارہ حکم ہوا ادریس تم چلے جاؤ اور تمہیں جو پوچھے اسے کہو کہ تمہیں کیپٹن نسیم کے پاس لے جائے۔ سخت سردی آدھے چاند کی کوئی رات تھی۔ راستے میں ADS والوں کی Det کو پاس کیا۔ اگر کسی نے پوچھا تو دیئے گئے الفاظ پاس ورڈ Password کا کام کر گئے۔ آگے کھیرا پل BRB کا کراس کیا اور تھم تھم (Halt Halt) سنتا اور تھمتا تھمتا بالآخر اپنی منزل پر پہنچا۔ فورمین صاحب کو اٹھایا۔ پمپ چلوائے اور واپسی ہوئی۔ واپسی بڑی دلچسپ صورت اختیار کرگئی۔ میں نے نہر کے دوسرے کنارے پہنچ کر زور زور سے آواز لگائی او بھائی مجاہدو! اٹھو! او بھائی مجاہدو اٹھو! چند لمحوں بعد ایک صاحب مورچے سے نکلے اور مجھے تھم پکار ڈالا۔ میں ہنس پڑا اور کہا کہ میں تو تمہیں اٹھا

رہا ہوں تم مجھے ہی تھم کر رہے ہو۔ اتنے میں دوسری طرف والے سنتری بادشاہ نے اس کو Whistle سے اشارہ دیا تو اس نے مجھے واپس آنے دیا۔

دوم: ابھی کھیراپل سے کوئی 100 فٹ دور میں لاہور برانچ نہر کے پرانے پل پر پہنچا ہوں کہ پیچھے سے ایک جیپ (فوجی) آئی۔ لائٹ تو تھی کوئی نہیں بلیک آؤٹ ہوتا تھا۔ سو جیپ کی بتیاں بھی بند تھیں اوپر دو تین گھنے اور پرانے بڑے بڑے درختوں نے چاند کی روشنی روکی ہوئی تھی۔ وہ جیپ مجھ سے کوئی بیس فٹ آگے جا کر رک گئی اور اس میں سے ایک آفیسر نکلا۔ (رعب داب سے افسر ہی لگتا تھا) اور اس نے حکم دیا تھم۔ میں تھم گیا۔ سوال ہوا کون ہو۔ جواب دیا ادریس ہوں۔ پھر حکم ہوا کہاں جا رہے ہو۔ عرض کیا دفتر جا رہا ہوں پھر سوال داغا گیا او میاں کون سا دفتر ہے۔ عرض کیا محکمہ نہر کا دفتر ہے۔ پھر حکم ہوا جارحانہ انداز میں۔ او میاں کون سا تمہارا دفتر اس وقت کھلا ہے۔ (وقت رات ڈیڑھ دو بجے کا تھا) بتایا کہ میرا دفتر چوبیس گھنٹے کھلا رہتا ہے۔ پوچھا تمہارا نام کیا ہے حالانکہ میں نام پہلے ہی بتا چکا تھا۔ پھر سے بتایا ادریس ہے۔ فرمایا تو یوں کہو نہ کہ تم ادریس ہو یہ کہا اور فوراً مونٹ Mount ہوئے اور گاڑی تیزی سے چل دی۔ گویا ادریس بطور ادریس ہی اس رات کی دوائی (یعنی پاس ورڈ Password) تھی۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ دوران جنگ ایک پاس ورڈ ہوتا ہے جیسے عرف عام میں آج کی دوائی کہتے ہیں۔ جس کے بغیر رات کو کوئی شخص موومنٹ نہیں کر سکتا جنگی ایریا میں۔ میرا تعلق مستقل جس یونٹ سے تھا وہ 15 کلومیٹر دور راوی سائفن پر تھی۔ جبکہ جس علاقہ میں میں ڈیوٹی پر Stationed تھا وہ 114 بریگیڈ کا علاقہ تھا۔ اس طرح دوائی جو مجھے ملتی وہ مختلف ہوتی میرے ڈیوٹی سٹیشن سے کیونکہ یہاں دوائی 114 بریگیڈ کی عطا کی ہوئی چلتی تھی۔ اس لئے رات کو باہر پھرنا باعث دقت ہوتا تھا۔ ورنہ دوائی کا پتہ ہو تو بہت آسانی رہتی ہے۔ سو مذکورہ رات کو دوائی ادریس ہی تھی کم از کم میرے لئے۔

زمانہ حال کے معروف تجزیہ نگار، دانشور، کالمسٹ اور سابق ایم این اے جناب ایاز امیر صاحب بھی کیوبک بیٹری کے کیپٹن تھے۔ میرے واقف آفیسرز میں سے مذکورہ کیپٹن ایاز امیر صاحب تو فوج کو خیر باد کہہ گئے تھے۔ جناب میجر عابد حسین عابد لیفٹیننٹ کرنل بن گئے۔ کیپٹن مجتبیٰ حسن شاہ صاحب میجر جنرل بن گئے تھے۔ 1964ء میں سابق آرمی چیف و صدر پاکستان جناب پرویز مشرف بھی اسی یونٹ 136 لائٹ میں پہلی پوسٹنگ پر آئے تھے۔ اس وقت یونٹ کے CO کاکڑ صاحب (کرنل غلام سرور) تھے یعنی 1971ء کی جنگ میں۔

مورخہ 16 دسمبر 1971ء کو دن دس بجے ہمیں پتہ چل گیا تھا کہ ڈھاکہ فال ہو چکا ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کیا حال ہوا۔ اس دن ہم دونوں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ ہم دو تھے میں اور لانس نائیک نجیب۔ لیکن آپس میں بات نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دوسرے سے شرم آرہی تھی۔ یہ ڈیوٹی کوئی چار ماہ تک جاری رہی۔ اس دوران میرے ساتھ لانس نائیک نجیب، نائیک رشید، سپاہی OCU اقبال اور لانس نائیک نہر بادشاہ آف کرک کوہاٹ ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔

اللہ تعالیٰ میرے وطن کو ہر نظر بد سے بچائے۔
آمین

پاک فوج زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

☆............☆............☆

پاکستان کی حفاظت کرنا آپ کا کام ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔

”پاکستان آپ پیدا نہیں کر سکتے تھے یہ خدا تعالیٰ ہی پیدا کر سکتا تھا اور اُس نے اپنے فضل سے پاکستان آپ لوگوں کو دے دیا لیکن اب پاکستان کی حفاظت کرنا آپ کا کام ہے جس طرح ماں اپنے بچہ کی خبر گیری نہیں کرتی تو اُسے مار دیتی ہے اسی طرح اگر آپ بھی پاکستان کی خبر گیری نہیں کریں گے تو وہ ضائع ہو جائے گا کیونکہ وہ بے جان چیز ہے اور زندہ رہنے والے عنصر نے اُسے قائم رکھنا ہے۔

فرمایا: دنیا میں یہ قانون ہے کہ جاندار چیزیں ہی بے جان یا مثلِ بے جان چیزوں کی حفاظت کیا کرتی ہیں۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ بے جان چیزیں جاندار چیزوں کی حفاظت کر رہی ہوں ہمیشہ جاندار چیزیں ہی بے جان چیزوں کی حفاظت کرتی ہیں... پاکستان بے جان ہے اور آپ لوگ جاندار ہیں۔ پس پاکستان کی آپ نے حفاظت کرنی ہے۔

نیز فرمایا: میں جب مشرقی پنجاب سے آیا تو ریلوے کے بعض بڑے بڑے افسر میرے پاس آئے اور اُنہوں نے بتایا کہ مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ بغیر ٹکٹ لئے زبردستی ریل میں گھس آتے ہیں اور کہتے ہیں انگریز تو چلا گیا اب اپنی حکومت ہے اب ہم ٹکٹ کیوں خریدیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اب ہماری اپنی حکومت ہے مگر سوال یہ ہے کہ اپنی چیز کی زیادہ حفاظت کیا کرتے ہیں یا کم حفاظت کیا کرتے ہیں یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی عورت کہے کہ میں فلاں بچہ کے سر پر نہیں بیٹھتی کیوں کہ یہ کسی اور کا بچہ ہے میں تو اپنے بچہ کے سر پر بیٹھوں گی۔ یہ صاف بات ہے کہ اگر وہ اپنے بچہ کے سر پر بیٹھے گی تو وہ مر جائے گا۔ پس بے شک یہ درست ہے کہ اب ہماری اپنی حکومت ہے، یہ بھی درست ہے کہ اب ہماری اپنی ریل ہے مگر اپنی حکومت اور اپنی ریل کو زیادہ بچایا کرتے ہیں یا زیادہ نقصان پہنچایا کرتے ہیں؟“

خالص سونے کے زیورات
Ph:6212868
Res:6212867
Mob: 0333-6706870
فینسی جیولرز
میاں اظہر
میاں مظہر احمد
محسن مارکیٹ
اقصیٰ روڈ ربوہ

احمد ٹریولز انٹرنیشنل
گورنمنٹ لائسنس نمبر 2805
یادگار روڈ ربوہ
اندرون و بیرون ہوائی ٹکٹوں کی فراہمی کیلئے رجوع فرمائیں
Tel:6211550 Fax 047-6212980
Mob:0333-6700663
E-mail:ahmadtravel@hotmail.com

MFC
ایم ایف سی
فاسٹ فوڈ، برگرز، پیزا، BBQ پاکستانی اور چائنیز کھانے
Master Fried Chicken
MASTER
FRIED CHICKEN
A Nice Place to Meet and Eat in
RABWAH
طالب دعا: بشارت احمد خان اقصیٰ روڈ ربوہ
047-6216200
047-6213223

PREMIER
Formaly Jakarta Currency
PREMIER EXCHANGE
Director:
Adeel Manzar
State Bank Licence No 11
EXCHANGE CO, 'B' PVT.LTD
Ph: 042-37566873
37580908, 37534690
Fax: 042-37568060
Mobil: 0333-4221419
DEALS IN ALL FOREIGN CURENCIES
Shop # 31, Ground Floor, Latif Center, (Jewelry Market) Ichra Lahore

الصادق
فلنگ اسٹیشن
شاہی روڈ۔ لیاقت پور ضلع رحیم یار خان
فون آفس: 068-5792241
068-5795441
طا . دعا: چوہدری محمد صادق جاوید
فون آفس: 061-6781090

KOH-E-NOOR
JEWELLERS
Tanveer Ahmad
Partner
Koh -e- Noor
JEWELLERS
Bazar Kalan, Chowk Sarafa, Sialkot.
Ph. Shop:052-4587020
Mob: 0300-9613205

ماخوذ

وادی کوٹلی (آزاد کشمیر) اور اس کی خوبصورتی

بلندو بالا قلعوں، خوبصورت مساجد اور چشموں کا علاقہ

میر پور سے کوٹلی سو کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے دونوں شہروں کا رابطہ پختہ سڑک کے ذریعے ہے آزاد کشمیر میں سڑکیں مضبوط اور معیاری تعمیر کی گئی ہیں جو زوردار بارش اور پہاڑوں سے گرنے والے منہ زور پانی کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ میر پور کوٹلی روڈ پہاڑوں کے دامن میں دریائے پونچھ کے ساتھ ساتھ تعمیر کی گئی ہے سڑک کے ساتھ ساتھ قدرت کے حسین مناظر چشموں سے گرنے والا پانی حسین منظر پیش کرتا ہے۔ دریائے پونچھ میر پور روڈ ڈڈیال کے لئے پل تعمیر کیا گیا ہے یہاں نصب بورڈ کے مطابق جرائی 4 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ گل پور حسین، سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ پلاگ پل کے دوسری جانب دریائے پونچھ کے کنارے سیاہی مائل بلند وبالا پہاڑ سے ایک چشمہ جاری ہے چشمہ کے پانی کا ذائقہ قدرے کڑوا ہے اس پانی کو شوگر کے مریضوں کے لئے مفید قرار دیا گیا ہے۔ یہاں سے گزرنے والی گاڑیوں کے مسافر یہ پانی ضرور پیتے ہیں اور ساتھ بھی لے جاتے ہیں یہی سڑک ڈڈیال اور سنہہ سے ہوتی ہوئی کوٹلی راولپنڈی روڈ سے جا ملتی ہے۔

بلی پوڑیاں کے مقام پر ایک آبشار ہے یہاں سے سرسبز پہاڑ اور چیڑ کے درختوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ قلعہ تھروچی میر پور اور کوٹلی کے سنگم پر ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہے کوٹلی کی خوبصورت وادی دور سے نظر آتی ہے۔

کوٹلی کی وجہ تسمیہ کے متعلق بہت سی روایات ہیں، ایک وجہ کوٹلی کے گردونواح پہاڑیاں ہیں یہ شہر دریائے پونچھ کے کنارے آباد ہے۔ 1975ء میں کوٹلی کو ضلع کا درجہ حاصل ہوا، کوٹلی سے راولپنڈی کا فاصلہ 136 کلومیٹر ہے میر پور کے ساتھ یہ شہر دو سڑکوں کے ذریعہ ملا ہوا ہے ایک سڑک براستہ گل پور راجدھانی دوسری براستہ چڑ ہوئی پیر گل میر پور پہنچتی ہے۔ کوٹلی کے مشرق میں پانچ سوفٹ کی بلندی پر یکسال کا خوبصورت قصبہ 40 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے یہ ایک صحت افزا اور تفریحی مقام ہے۔ کوٹلی میں ایک ایسی غار ہے جہاں سے گرمیوں میں ٹھنڈی ہوا خارج ہوتی ہے جیسے اے سی لگا ہو منگلا بند کی تعمیر سے پہلے میر پور سے کوٹلی کا فاصلہ 70 کلومیٹر تھا۔ منگلا جھیل بن جانے سے یہ فاصلہ 128 کلومیٹر ہو گیا ہے۔ کوٹلی کا ضلع معدنی دولت سے مالا مال ہے آج سے تین سو سال پہلے یہاں خوفناک جنگل تھا ان دنوں کشمیر پر افغان حکمران تھے افغانوں کے بعد کشمیر پر سکھ قابض ہو گئے، سکھوں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر مسلمانوں نے اپنا گھر بار چھوڑ دیا اس پہاڑی علاقہ پر قصبہ کوٹ آباد کیا۔ انگریزوں نے کشمیر کو ڈوگرہ راجہ کے ہاتھ فروخت کر دیا راجہ شہسوار خان نے ڈوگرہ راجہ کی اطاعت سے انکار کر دیا، ڈوگرہ حکمرانوں نے قصبہ تباہ کر دیا اس کے بعد راجہ شہسوار نے جنگل صاف کر کے قصبہ کی بنیاد رکھی چاروں طرف پہاڑوں کے دامن میں واقع اس قصبہ کا نام کوٹلی رکھا۔ رفتہ رفتہ یہ شہر آباد ہو کر کوٹلی بن گیا آج کوٹلی آزاد کشمیر کا خوبصورت اور جدید شہر بن گیا ہے۔

کوٹلی میں شاندار اور خوبصورت مساجد ہیں اسی وجہ سے کوٹلی کو مدینۃ المساجد کا نام دیا گیا ہے، یعنی مسجدوں کا شہر۔

نالہ نوشہرہ کوٹلی کے جنوب کی جانب دریائے پونچھ میں گرتا ہے، کوٹلی سے تتہ پانی کی طرف جاتے ہوئے ویو پوائنٹ پر مختلف اطراف کے فاصلے درج ہیں۔ تتہ پانی 24 کلومیٹر، ہجیرہ 46 کلومیٹر، ٹپاگ گلی 12 کلومیٹر، قروٹی 21 کلومیٹر فتح پور 34 کلومیٹر ہے۔ تتہ پانی کا چشمہ کوٹلی کے علاقہ میں بہت مشہور ہے اس چشمہ کی وجہ سے شہر کا نام ہی تتہ پانی ہے۔ دریائے پونچھ پر تتہ پانی کے مقام پر لوہے کی تاروں کا پل بنا ہوا ہے۔ لکڑی کے تختوں سے جب چھوٹی گاڑیاں گزرتی ہیں، ٹخ ٹخ تڑ تڑ کی آوازیں آتی ہیں۔ پل سے آگے یہ سڑک راولا کوٹ کی طرف جاتی ہے پل کے دائیں جانب دریائے پونچھ کے کنارے گندھک آمیز گرم پانی یعنی تتہ پانی کا چشمہ ہے۔ چشمہ کے قریب پہنچیں تو گندھک کے بخارات زمین اور پانی سے نکلتے ہیں۔ پانی اور زمین گرم ہے گندھک کی بو اور تپش سے گرمیوں میں یہاں ٹھہرنا مشکل ہو جاتا ہے البتہ سردیوں میں اس چشمہ کا پانی جوڑوں کے درد اور جلدی امراض کے لئے بہت شفا بخش ہے، مریض بڑی دور دور سے یہاں آتے ہیں۔

پونچھ سے تتہ پانی 29 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے کوٹلی سے تتہ پانی 46 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ تتہ پانی کے لئے راولپنڈی لاہور جہلم میر پور اور دوسرے اضلاع سے ہلکی و بھاری گاڑیوں کی آمدورفت جاری رہتی ہے۔

تتہ ہندی، سنسکرت اور پنجابی کا لفظ ہے۔ جس کے معنی گرم کے ہیں۔ جون، جولائی کے مہینے میں یہ مقام موسم گرما کا منظر پیش کرتا ہے چشمہ کے پانی کے غسل کے لئے زنانہ و مردانہ غسل خانے تعمیر کئے گئے ہیں۔ فی کس غسل 25 روپے وصول کئے جاتے ہیں۔ گرم پانی کے ساتھ ٹھنڈا پانی بھی مہیا کیا جاتا ہے تاکہ غسل کے لئے پانی نارمل ہو سکے۔ جوڑوں کے درد کے مریض تتہ پانی کے چشمہ کے قریب زمین پر لیٹ جاتے ہیں اوپر چادر تان لیتے ہیں پسینہ کے ذریعے فاسد مادہ جسم سے خارج ہو جاتا ہے۔ مریض ہلکا پھلکا تندرست ہو جاتا ہے، سردیوں کے موسم میں تتہ پانی کے چشمہ کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ گرمیوں میں گرم پانی بخارات کی وجہ سے یہاں ناقابل برداشت گرمی پڑتی ہے۔ تتہ پانی کے چشمہ کا پانی اتنا گرم ہے کہ اس کے متعلق مشہور ہے کہ اگر کسی کپڑے میں چاول یا انڈا لپیٹ کر اس پانی میں تھوڑی دیر کے لئے رکھا جائے تو وہ ابل جاتے ہیں۔ اس چشمہ کے نیچے گندھک کے ذخائر ہیں جن کی وجہ سے پانی گرم ہے۔ تتہ پانی سے پونچھ کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ دریائے پونچھ کے ساتھ ساتھ سڑک جاتی ہے، تتری کوٹ کراسنگ پوائنٹ ہے دونوں اطراف پر بورڈ نصب ہیں۔

تتری کوٹ کراسنگ پوائنٹ سے پونچھ 10 کلومیٹر، جموں 175 کلومیٹر، سری نگر 120 کلومیٹر اور لداخ 554 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

پونچھ کے اب چار اضلاع بنا دیئے گئے ہیں ایک ضلع پونچھ مقبوضہ کشمیر میں باقی تین راولا کوٹ پلندری باغ آزاد کشمیر کے اضلاع ہیں۔ کوٹلی سے ایک سڑک راولپنڈی کی طرف جاتی ہے۔ سنہہ کوٹلی کی تحصیل ہے سنہہ روڈ پر تقریباً پانچ کلومیٹر فاصلہ پر پہاڑیوں کے دامن اصحاب رڈہ نام کے دو قدیمی نوگز لمبے مزار ہیں۔ یہ مزارات قاضی محمد صادق صاحب نے تعمیر کرائے ہیں۔ انہوں نے وہاں دس سال قیام کیا، گھنے درخت کاٹ کر مزار کے علاوہ مسجد تعمیر کروائی۔ سنہہ روڈ پر پھٹہ کے مقام سے ایک سڑک راجہ فضل دار کے نام سے منسوب ہے جو قلعہ بھرنڈ کی طرف جاتی ہے یہاں ایک قدیمی قلعہ بھرنڈ کے نام سے مشہور ہے، قلعہ کی جانب شمال ٹبہ پر عبادت گاہ ہے جو وزنی سیاہ پتھروں سے تعمیر کی گئی ہے۔ اس عبادت گاہ کا دروازہ مغرب کی طرف ہے۔ تین اطراف طاقچے ہیں، غالباً یہاں پوجا کے لئے مورتیاں رکھی جاتی تھیں، پتھروں کی لمبائی پانچ فٹ چوڑائی سوا فٹ موٹائی بھی اتنی ہے۔ سیاہ رنگ کے پتھر تراش کر یہ عبادت گاہ بنائی گئی ہے، چھت گر چکی ہے قیاس یہی ہے یہ عبادت گاہ بدھ مت یا ہندوؤں کی ہو سکتی ہے اس عبادت گاہ کے جنوب کی جانب ایک قلعہ کے آثار ملتے ہیں۔ قلعہ کا دروازہ تراشے ہوئے سیاہ پتھروں کا ہے۔ قلعہ کے اندر تین کمروں کی بنیاد کے آثار موجود ہیں اس عمارت کے نیچے مشرق کی سمت ایک تالاب ہے جس کی سیڑھیاں بھی ہیں تالاب کے اوپر برگد کا بہت بڑا درخت ہے یہ عمارت مغل ڈوگرہ سکھ دور کے طرز تعمیر کی عکاسی نہیں کرتی۔ اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے چونکہ یہ قلعہ بلند ٹیلہ پر ہے اس کو قلعہ کھٹار کا نام دیا گیا ہے مغلیہ دور میں اسے ایک چوکی کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا جب قرب وجوار کے علاقوں میں کسی قسم کے خطرے کا پیغام دینا مقصود ہوتا تو اس کی چھت پر آگ کا الاؤ روشن کر دیا جاتا تھا۔ اس الاؤ کو دیکھ کر تھروچی قلعہ میں تعینات ہرکارے علاقہ میں موجود سربراہ کو اطلاع دیتے تھے جو کسی بھی خطرہ کے پیش نظر یا مزید معلومات کے حصول کے لئے ایک آدمی مخصوص مشن پر بھیج دیتے کھوئی رٹہ کے قرب وجوار میں کرجائی کا مشہور قلعہ ہے جس کو مہاراجہ گلاب سنگھ نے تعمیر کروایا تھا اس قلعہ کو دیوی گڑھ کا قلعہ کہتے ہیں۔ چونکہ یہ کرجاہی میں واقع ہے جو دیوی گڑھ قلعہ کی نسبت کرجاہی قلعہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ رام کوٹ قلعہ صحیح حالت میں ہے۔ منگلا جھیل سے کشتی کے ذریعے ایک گھنٹہ میں قلعہ تک پہنچا جاسکتا ہے۔

(نوائے وقت سنڈے میگزین 29 اپریل 2007ء)

فاتح جیولرز

www.fatehjewellers.com

Email:fatehjeweller@gmail.com

ربوہ فون نمبر: 0476216109

موبائل 0333-6707165

عینکیں ڈاکٹری نسخہ کے مطابق لگائی جاتی ہیں۔

نعیم آپٹیکل سروس

کنٹیکٹ لینز دستیاب ہیں

معائنہ بذریعہ کمپیوٹر

چوک کچہری بازار، فیصل آباد 041-2642628,0300-8652239

طارق آٹوز اینڈ جنریٹر سپیئر پارٹس

ہمارے ہاں تمام جنریٹروں کے سپیئر پارٹس مناسب قیمت پر دستیاب ہیں۔ نیز جنریٹروں کی مرمت کا کام بھی تسلی بخش کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ٹول کی ورائٹی بھی مناسب قیمت پر دستیاب ہے۔

دارالرحمت شرقی ریلوے روڈ ربوہ: 0331-7721945

فیصل ٹریڈنگ کمپنی اینڈ ہارڈ ویئر سٹور

پیپر بورڈ، پلائی ووڈ، ویز بورڈ، لیمینیشن بورڈ، فلش ڈور، مولڈنگ کے لئے تشریف لائیں۔

نیز گھروں کی تعمیر اور انٹیریئر ڈیزائننگ بھی کی جاتی ہے

145- فیروز پور روڈ جامعہ اشرفیہ لاہور

Cell:0332-4828432,0323-3354444

طالب دعا: قیصر خلیل خاں

یہاں پر مدر پوٹینسی دستیاب ہے

(احمدی بھائیوں کی اپنی دکان)

الرحمٰن ہومیو پیتھک سٹور

چنیوٹ بازار، فیصل آباد

پروپرائٹر: ناصر احمد سعید ڈاکٹر فرحان احمد خان 0345,7693179

راشد شال ہاؤس

لیڈیز اینڈ جینٹس ہر قسم شال سردیوں اور گرمیوں کی شال کی مکمل ورائٹی ہر قسم چادریں، مردانہ پیور وول، سواتی دھسہ لیڈیز اور جینٹس شال کی مکمل ورائٹی ہول سیل ریٹ پر

مراد مارکیٹ دکان نمبر 13,12 ریل بازار فیصل آباد

0300-6601599

Deals in HRC,CRC,EG,P&O,Sheets &Coil

JK STEEL

6-D Madina Steel Sheet Market
Landa Bazar, Lahore

AHMAD MONEY CHANGER

We Deal in All Foreign Currencies

You are always Wel come to:

PREMIER EXCHANGE CO. 'B' PVT. LTD

State BankLicence No.11

Director Ch. Aftab Ahmad

Chief Executive: Basharat Ahmad Sheikh

Head Office: B-1 Raheem Complex,
Main Market, Gulberg II Lahore

Tell: 35757230, 35713728
35713421,35750480

E-mail:premier_exchange@yahoo.com

Website: www.premierexchange.webs.com

محبت سب کیلئے ☆ نفرت کسی سے نہیں

ہر قسم کی انگریزی و دیسی ادویات، جڑی بوٹیاں، عرقیات، مربہ جات بارعایت خریدیں

باجوہ میڈیکل سٹور بازار حکیماں ظفروال

فون سٹور 054-2538325

فون رہائش: 054-2538250-054-2619212

طالب دعا:۔ ثناء اللہ باجوہ، اسداللہ باجوہ

W.B

Waqar Brother
Engineering Works

Surgical & Arthopedic instruments

Shop No.6 Shaheen Market Madni Road Mustfa Abad Dhurm pura Lahore 0300-9428050,0312-9428050

Ahmad Homoeo Clinic

Specialist Skin Liver & Chronic Diseases

H.Dr. Mirza Munawar Mehmood D.H.M.S, R.H.M.P

- *Skype:homoeo dr munawar*
- *E-mail:homoeo_dr.munawar@yahoo.com*
- *Mob:0333-6531650*

ناغہ بروز جمعہ

Rex City opp Zahoor Plaza, Qabristan Chowk, Satiana Road, Faisalabad

مکرم زکریا ورک صاحب

پاکستانی سفارتکار محترمہ صائمہ سلیم صاحبہ

بینائی سے محروم جنیوا میں پاکستان کی مستقل مندوب

بینائی سے محروم پاکستان کی صائمہ سلیم جنیوا میں پاکستان کی مستقل مندوب ہے۔

صائمہ سلیم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ 2008ء میں وہ پہلی اندھی خاتون تھی جو سفارت کار کے عہدہ تک پہنچی۔ ایک جینیاتی عارضہ یعنی Retinitis Pigmentosa کی وجہ سے وہ نوجوانی میں ہی بینائی سے محروم ہوگئی تھی۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ ان افراد کے لئے کوئی کام کرے جن کی خاص ضروریات ہوتی ہیں مگر منفی سوشل انداز فکر، وسائل کی کمی، گورنمنٹ پالیسیاں ایسی تھیں کہ کچھ نہ کرسکی۔ وہ سکول میں نمایاں طالب علم تھی اس لئے اس کو کچھ نہ کچھ مدد ملتی رہی۔

اس کو کئی ایک تعلیمی اعزاز ملے جیسے بی اے اور ایم اے میں گولڈ میڈل جو اس نے کنیئرڈ Kinnaird کالج یونیورسٹی فار ویمن سے حاصل کئے تھے۔ اس نے تمام امتحان بریل Braille پر دئے جو کہ دنیا بھر میں سب سے پہلے پاکستان میں ہوا تھا۔ اس کو پیشکش کی گئی کہ امتحان میں اس کے ساتھ کوئی لکھنے والا بیٹھ سکتا ہے مگر اس نے انکار کردیا کیونکہ رائٹر کی بے توجہی سے اس کا مستقبل متاثر ہوسکتا تھا۔ اس کے بعد اس نے سول سروس کا امتحان دیا یوں وہ پاکستان کی سب سے پہلی نابینا سول سرونٹ تھی۔

صدر پاکستان کے حکم پر اس کے لئے کمپیوٹر بیسڈ امتحان تیار کیا گیا۔ وہ سکرین ریڈر سافٹ ویئر جس کا نام JAWS ہے استعمال کرتی ہے۔ سول سروس امتحان میں وہ چھٹے نمبر پر آئی جبکہ خاتون امیدواروں میں وہ اول نمبر پر تھی۔ معذور امیدوار صرف چار شعبوں میں سے ایک کا انتخاب کر سکتے تھے یعنی اکاؤنٹنگ، کامرس، انفارمیشن اور پوسٹل سروس۔ صائمہ نے یہ امتیازی سلوک قبول کرنے سے انکار کردیا اور اصرار کیا کہ وہ فارن سروس میں جانا چاہتی ہے تا ڈپلومیٹ بن کر وہ وطن عزیز کی خدمت کر سکے۔ وزیراعظم پاکستان نے صائمہ کو فارن سروس میں شمولیت کی اجازت دے دی۔ فارن سروس اکیڈمی میں اس نے سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے اور اس کو گولڈ میڈل کا حقدار قرار دیا گیا۔ اس کے علاوہ اس کو فل برائٹ سکالرشپ ملا اور اس نے سکول آف فارن سروس، جارج ٹاؤن یونیورسٹی امریکہ میں مزید تعلیم حاصل کی۔

صائمہ سلیم بلاشبہ نابینا لوگوں کے لئے درخشندہ نمونہ ہے۔

☆............☆............☆

گلیات۔ سیاحتی مقامات

ڈونگا گلی

گلیات کا یہ خوبصورت سیاحتی مقام 8200 فٹ بلندی پر ہے اور ایوبیہ نیشنل پارک کا حصہ سمجھا جاتا ہے، جبکہ یہاں سے نتھیا گلی تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ڈونگا گلی میں ماکش پوری ہائیکنگ ٹریک ہے۔ وہاں موجود چشمے کا شفاف میٹھا پانی بھی ایسا صحت بخش ہے کہ اسے پینے سے بھوک مٹنے کا احساس ہوتا ہے۔

خیرہ گلی

گلیات کا یہ مقام 2347 میٹر بلندی پر واقع ہے۔ اور یہ بھی ایوبیہ نیشنل پاک میں ہی شامل سمجھا جاتا ہے، یہاں کی بلند چوٹی پر تعمیر شدہ شش پہلو مکان بھی بہت شہرت رکھتا ہے۔

جھیکا گلی

گلیات کا ایک اور خوبصورت مقام جو تحصیل مری کا حصہ ہے اور اپنے خوبصورت مناظر کے ساتھ ساتھ یہ متعدد بورڈنگ سکولوں کی وجہ سے زیادہ شہرت رکھتا ہے۔

خانپور

گلیات کا یہ مقام ایوبیہ نیشنل پارک کا ہی حصہ ہے جو کہ ساڑھے سات ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے، موسم سرما میں یہاں برفباری عام ہوتی ہے۔

مری

ملکہ کوہسار مری پاکستان کا مشہور ترین سیاحتی مقام قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا جو کہ اسلام آباد سے صرف ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔

مری سطح سمندر سے 2300 میٹر بلندی پر واقع ہے، مری کی بنیاد 1851ء میں رکھی گئی تھی اور یہ برطانوی حکومت کا گرمائی صدر مقام بھی رہا۔ یہاں سے آپ موسم گرما میں کشمیر کی برف پوش پہاڑیوں کا نظارہ کر سکتے ہیں اس تفریح گاہ کے کچھ حصے خصوصاً کشمیر پوائنٹ جنگلات سے بھرپور اور انتہائی خوبصورت ہیں۔

بھوربن

بھوربن صوبہ پنجاب کا ایک چھوٹا شہر اور گلیات کا ایک پہاڑی مستقر ہے، اس جگہ کا نام ایک قریبی جنگل کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ مری سے تقریباً 9 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اپنے منفرد سرسبز پہاڑیوں کی بناء پر یہ سیاحوں کی جنت تصور کیا جاتا ہے جبکہ قریب ہی ایوبیہ نیشنل پارک ہونے کی بناء پر ہائیکنگ کے شائقین کے لئے بھی یہ کسی نعمت سے کم نہیں۔

جبکہ گرمیوں کے دوران یہاں کا معتدل موسم میدانی علاقوں کی گرمی سے پریشان افراد کو اپنی جانب کھینچ کر لے آتا ہے۔

ایوبیہ نیشنل پارک

ایوبیہ نیشنل پارک مری سے 26 کلومیٹر دور واقع ہے سابق صدر ایوب خان کے نام پر اس علاقے کا نام ایوبیہ رکھا گیا۔ چار مختلف پہاڑی مقامات گھوڑا گلی، چھانگلہ گلی، خیرہ گلی اور خانسپور کو ملا کر ایوبیہ نیشنل پارک بنایا گیا۔ پکنک مقامات، سیرگاہوں اور سرسبز علاقوں کے علاوہ یہاں ایک چیئر لفٹ بھی سیاہوں کے لئے کشش کا باعث ہے۔ پاکستان میں یہ اپنی طرز کی پہلی تفریحی سرگرمی تھی۔

ملکہ کوہسار۔ مری

مری پنجاب کا ایک خوبصورت پہاڑی مقام اور ضلع راولپنڈی کی تحصیل ہے۔ اسے ملکہ کوہسار بھی کہا جاتا ہے۔ راولپنڈی سے 32 میل کے فاصلے پر سطح سمندر سے قریباً سات ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ ہندوستان پر سکندر اعظم کے حملے کے وقت ٹیکسلا کے حکمران راجہ اسی کے زیر تسلط تھا۔ سولہویں صدی میں مغلیہ سلطنت کا حصہ قرار پایا۔ 1832ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اس کی اردگرد کی گلیاتمیں مسلمان مجاہدین اور سکھ فوجوں کے مابین جھڑپیں بھی ہوتی رہیں۔ 1849ء میں انگریزوں کا اس پر قبضہ ہوگیا اور انہوں نے فوراً اسے ایک تفریحی اور صحت افزا مقام کی حیثیت سے آباد کیا۔ بعد میں کوہ مری ناردرن کمانڈ کی برطانوی افواج کا گرمائی مستقر قرار پایا تھا۔ مگر ابتداء میں یہ ٹھکانہ تریٹ سے کچھ اوپر نند کوٹ میں بنایا گیا۔ ہیضہ کی وبا پھوٹنے اور سانپوں کی کثرت کی وجہ سے کئی گورے موت کے آغوش میں چلے گئے۔ بالآخر انگریزوں کو وہاں سے اپنا کیمپ اُٹھا کر اسی پہاڑ سے کچھ آگے جا کر اس جگہ کا انتخاب کرنا پڑا جہاں آجکل مری کی سبز پوش بستی ہے۔ نند کوٹ میں انگریزوں کی ان گنت قبریں آج تک موجود ہیں۔ اس زمانے میں یہاں گھنا جنگل تھا، جو مسیاڑی والوں کی ملکیت تھا۔ انگریزوں نے ان سے ساٹھ روپے سالانہ پٹہ پر چند کنال زمین خریدی، قدم جمائے اور پورے علاقے پر قبضہ کرلیا۔

1857ء کی جنگ آزادی کے دوران مری کی نواحی پہاڑیوں میں آباد ڈھونڈ قبائل مقامی لوگوں کی اعانت سے مری پر حملہ آور ہوئے، تاہم ان کے ارادوں کا بروقت علم ہوجانے کی وجہ سے برطانوی حکمرانوں نے ان پر آسانی قابو پالیا۔

1861ء میں مری میں پہلی سڑک بنی جو پنڈی پوائنٹ اور کشمیر پوائنٹ کو آپس میں ملاتی تھی۔ یہ سڑک کچی تھی، جس پر تانگے اور یکے چلا کرتے تھے۔ اس سڑک کی تعمیر کے دس سال بعد مری میں میونسپل کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اسی دور میں یہاں پر مختلف تعلیمی ادارے، سرکاری دفاتر اور چرچ قائم ہوئے۔ پوسٹ آفس، عدالتیں، تار گھر، تھانہ، بازار، بنک آف شملہ کی ایک شاخ یہ سب کچھ یہاں اولین سالوں میں ہی بن گیا تھا۔ 1893ء میں مری کی آبادی 1768 نفوس پر مشتمل تھی۔ اب اس کی آبادی بہت پھیل چکی ہے۔ گرمی کے موسم میں اس میں زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے۔ 1873ء میں مری اور راولپنڈی کے درمیان ایک پختہ سڑک تعمیر کر کے ملک کے دوسرے حصوں سے ملا دیا گیا۔ 1876ء تک گورنر کا گرمائی صدر مقام رہا، لیکن یہاں پانی کی شدید قلت کا مسئلہ پیدا ہوا اور اس لئے گرمائی صدر مقام شملہ ہوگیا۔ جولائی 1944ء میں قائداعظم نے کشمیر جاتے ہوئے مری کا دورہ کیا، جہاں کے لوگ پہلے حصول پاکستان کے لئے کوشاں تھے۔ قیام پاکستان کے بعد سے لے کر اب تک مری نے بہت ترقی کی ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے یہاں ہندو بھی مقیم تھے، جو لوئر بازار کے آخر پر قائم محلّہ شوالہ میں رہتے تھے۔ 1947ء میں نقل مکانی کر کے بھارت چلے گئے۔ انگریزی دور میں ہی اسے میونسپلٹی کا درجہ حاصل تھا۔ 1931ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی 1530 افراد پر مشتمل تھی۔ اب یہ ایک جدید تفریحی پہاڑی شہر کا روپ اختیار کر چکا ہے۔ سارا سال ہزاروں لاکھوں سیاح یہاں آتے ہیں اور گرمیوں میں یہاں کے خوشگوار موسم اور سردیوں میں برف باری کا لطف اٹھاتے ہیں۔ جی پی او چوک سے لے کر پنڈی پوائنٹ تک دونوں اطراف میں سینکڑوں ہوٹل موجود ہیں۔ لینٹاٹس کا شمار یہاں کے قدیم ریسٹورنٹس میں ہوتا ہے۔ مال روڈ سب سے پررونق بازار ہے، جہاں ہر وقت سیاحوں کا رش رہتا ہے۔ شہر مری میں پنڈی پوائنٹ اور کشمیر پوائنٹ دو اہم تفریحی مقامات ہیں جبکہ اس کے اطراف میں بھوربن، ایوبیہ اور پتریاٹہ مشہور خوبصورت تفریحی مقامات ہیں۔

یہاں فوج کا کور ہیڈ کوارٹر بھی ہے، جو پورے آزاد کشمیر کو بھی کنٹرول کرتا ہے۔ یہاں کے جنگلات سے ایسی جڑی بوٹیاں ملتی ہیں، جو ادویہ میں استعمال کی جاتی ہیں۔ علاج معالجے کیلئے ایک ہسپتال، ساملی ٹی بی سینی ٹوریم بھی قریب ہے۔ یہاں طلباء وطالبات کے دو علیحدہ علیحدہ ڈگری کالج، متعدد سرکاری وغیر سرکاری سکول، جن میں برن ہال، لارنس اور کیڈٹ سکول زیادہ اہم ہیں، بھی موجود ہیں۔ یہاں تھانہ، دفتر محکمہ جنگلات، آرٹس کونسل اور دفتر محکمہ سیاحت موجود ہیں۔ موسم سرما میں ملکہ کوہسار برف پوش ہوجاتی ہے۔ مال روڈ کے عین وسط میں میونسپل پبلک لائبریری میں قدیم وجدید کتابیں موجود ہیں۔ یہاں زیادہ تر عباسی قوم کے افراد آباد ہیں۔ یہاں کے مقامی لوگ زیادہ مذہبی ہیں۔ یہاں کا تھانہ 1877ء میں قائم ہوا۔ کشمیری محلّہ، بانسرہ گلی، عباسی محلّہ، مسیاڑی روڈ، محلّہ شوالہ، نئی آبادی، قصائی محلّہ اور حاجی گلی یہاں کی رہائشی بستیاں ہیں۔ جبکہ مال روڈ، لوئر بازار، اپر جھیکا گلی، لوئر جھیکا گلی، کلڈنہ روڈ، سنی بینک روڈ، لارنس روڈ اور پنڈی مری روڈ یہاں کے اہم تجارتی مراکز ہیں۔

All Kind of Domestic

International Discounted Air Tickets

Salient Features

- Economical Rates
- Efficient Services
- Travel Insurance
- Hotel Booking
- Special Fares of

Qatar, Etihad, Emirates & PIA

Kashif Travels

IATA

38- Naqi Arcade, The Mall, Lahore
PH:+92-42-36280676, 36361202
Mob: 0300-8476589 Fax: +92-42-36361202
E_mail:kashiftravel@hotmail.com

معیار اور ورائٹی کے لئے قابل اعتماد

DAWOOD داؤد

CASTING CENTRE & GOLI MAKER

کاسٹنگ سنٹر اینڈ گولی میکر

چوک دربارے والا، صرافہ بازار
سی بلاک اوکاڑہ
پروپرائٹر: عبدالمنان

Tel: 0442-523332
Mob: 0300-6951355
0346-7434015

گرمی کا توڑ ستو دستیاب ہیں۔

چوہدری کریانہ سٹور

بلال مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ

پروپرائیٹر: منصور احمد 0315-6215625
047-6215625

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

محمد دین میموریل ہومیو کلینک اقصیٰ چوک ربوہ

ڈاکٹر مغل: 0334-9811520

Shahid

Electric Store

Gole Aminpur Bazar Faisalabad

Tel: 041-2632606, 2642605 Mob: 0300-9651055

طالب دعا
مولود احمد خالد

041-2610142
2646307
0300-6677174

ہمارے ہاں اعلیٰ کوالٹی کے چاول دستیاب ہیں۔

نزد اہلحدیث مسجد منٹگمری بازار فیصل آباد

شیخ حمید احمد: 0332-7063062
شیخ طارق جاوید: 0334-6309472

نئی و پرانی گاڑیوں کی خرید و فروخت کا با اعتماد ادارہ

رابطہ: مظفر محمود

Ph:042-5162622, 5170255, 5176142
Mob:0300-8446142

عمار سعید: 0300-4178228
555-A Maulana Shokat Ali Road
Faisal Town, LAHORE.

سمیع سٹیل انڈسٹری

مینوفیکچرز اینڈ جنرل آرڈر سپلائرز
اعلیٰ قسم کے لوہے کی چوکھاٹ کا مرکز

ڈیلرز: G.P.-C.R.C.-H.R.C شیٹ اینڈ کوائل

فینسی شلوار سوٹ، فینسی فراک، نیو بورن بے بی آئیٹمز
لیڈیز جینٹس اینڈ چلڈرن امپورٹ اینڈ ایکسپورٹ
کوالٹی گارمنٹس، پینٹ شرٹ، پینٹ کوٹ شیروانی
تمام سکولز کے یونیفارم، لیڈیز شلوار قمیص، ٹراؤزر شرٹ

www.lasanigarments.com
twitter.com/lasanigarments
facebook:lasanigarments

لاثانی گارمنٹس

فضل عمر مارکیٹ بالمقابل نو نہالز اقصیٰ روڈ ربوہ

0305-4843800
047-6215508,0305,4843800,0333-9795470

ربوہ میں واحد منظور شدہ رجسٹرڈ کوریئر کمپنی۔ جس کی رسید ہی اُس کا (TRACKING) ٹریکنگ نمبر ہے

SKY NET
WORLDWIDE EXPRESS

آسٹریلیا، امریکہ، کینیڈا، UK، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک
کے لئے گلوبل کارگو سروس پر Booking کروانے اور فائدہ اٹھائیں
آپ کے اہم کاغذات و چھوٹے بڑے پارسل کی ترسیل کم ریٹ بہترین سروس

سکائی نیٹ آفس اقصیٰ چوک مسرور پلازہ ربوہ

0334-6365127, 0476215744

Blue Lines Travel & Tours

اندرون ملک و بیرون ملک کی ایئر ٹکٹس، ٹکٹس ریزرویشن، ہوٹل بکنگ
ٹریول انشورنس اور پیکج وغیرہ رعایتی قیمت پر دستیاب ہیں۔

11/20 ریلوے روڈ (بالمقابل احمد مارکیٹ) ربوہ

PH;047-6211295 Mob:03324749941, 03417949309
Email:bluelines2015@hotmail.com

انگریزی ادویات و ٹیکہ جات کا مرکز بہتر تشخیص مناسب علاج

کریم میڈیکل ہال

گول امین پور بازار فیصل آباد
فون 2647434

پاکستان الیکٹروانجینئرنگ

نکل ٹینک، گولڈ پلانٹ، کروم ٹینک، بیرل ریکٹفائر ٹرانسفارمر، اوون، ڈرائر مشین، فلٹر پمپ، ٹائٹینیم ہیٹر، پاؤڈر کوٹنگ مشین، ڈی اونائزر پلانٹ

پی، وی، سی لائننگ، فائبر، لائننگ

پروپرائٹرز: منور احمد۔ بشیر احمد

37 دل محمد روڈ لاہور۔ فون نمبر: 0300-4280871,0333-4107060,042-37247741

قائم شدہ 1977ء

خالص دیسی جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ سندر ابٹن، نفیس منجن، دانتوں کو صاف اور چمکدار بناتا ہے

اکسیر ہاضمہ

اٹھرا۔ دوائے اولاد نرینہ

تِلے۔ لوں کا تیل نیز یونانی جڑی بوٹیاں بھی دیتے ہیں

الیاس دواخانہ

اقصیٰ چوک ربوہ: 047-6215762

278-H2 مین بلیوارڈ جوہر ٹاؤن لاہور

042-35301547,35301548,042-35301549,35301550

E_mail:umerestate786@hotmail.com